QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

امام زرکشی رحمہ اللہ کے اصولی منہج کی روشنی میں قیاس پر اعتراضات کا تجزیہ

An Analysis of the Objections to Analogical Reasoning (Qiyās) in the Framework of Imam al-Zarkashī's Legal Methodology

Azeem Sarwar
MPhil Scholar, Riphah International University, Faisalabad Campus, Pakistan.
Email: sarwar.azeem4545@gmail.com
Muhammad Ishfaq
Lecturer, Riphah International University, Faisalabad Campus, Pakistan.
Email: muhammad.ishfaq@riphahfsd.edu.pk

Abstract

*Analogical reasoning (Qiyās) holds a central place in Islamic jurisprudence as a means of deriving rulings for new cases based on established principles. However, not every Qiyās is accepted as valid; its soundness depends on its structure, the appropriateness of the 'illah (legal cause), and the consistency between the original case and the new case. Often, specific analogies contain errors or flaws in application, which lead scholars to raise objections—not to the principle of Qiyās itself, but to its incorrect use in a particular instance.Imam Badr al-Dīn al-Zarkashī (d. 794 AH), in his seminal work al-Baḥr al-Muḥīṭ, compiled and critically examined such objections with remarkable depth and precision. His discussion provides a rigorous framework for evaluating analogical arguments and identifying where a given Qiyās may go wrong in its practical or structural formulation.This article presents an analytical study of the objections recorded by al-Zarkashī that target the **implementation** of Qiyās rather than its **legitimacy**. It explores each objection's definition, categories, examples, and al-Zarkashī's responses, highlighting his critical methodology and contribution to legal theory.This research deepens our understanding of Qiyās not only as a tool of inference but also as a domain of nuanced scholarly critique. It is particularly beneficial for jurists and students of Usūl al-Fiqh seeking clarity on how analogical errors are identified and addressed within the Islamic legal tradition.*

Key Words: *Qiyās, Objections, Imam al-Zarkashī, al-Baḥr al-Muḥīṭ, Usūl al-Fiqh, Analogical Reasoning*

قیاس اسلامی فقہ میں ایک اہم استدلالی آلہ ہے جسے مجتہدین شرعی احکام کے استخراج میں استعمال کرتے ہیں۔ تاہم، ہر قیاس اپنی ساخت، علت، اور اصل و فرع کے باہمی تعلق پر قائم ہوتا ہے، جس کی صحت و سقم کا تعین ایک حساس اصولی معیار کے تحت کیا جاتا ہے۔ اس سطح پر بعض قیاسات میں فنی و اصولی خامیاں پیدا ہو جاتی ہیں جن پر اعتراضات وارد کیے جاتے ہیں۔ یہ اعتراضات قیاس کی حجیت کو نہیں، بلکہ کسی معین قیاس کی صحت کو چیلنج کرتے ہیں۔ امام بدر الدین زرکشی رحمہ اللہ (م794ھ) نے اپنی اصولی تصنیف "البحر المحیط" میں ان اعتراضات کو نہایت تفصیل، گہرائی اور تنقیدی بصیرت کے ساتھ جمع کیا۔ ان کا یہ کارنامہ قیاسی استدلال کی تطبیقی کمزوریوں کی علمی نشاندہی اور ان کے جوابات کے اصولی اصول کو ظاہر کرتا ہے۔ زیرِ نظر مقالے میں امام زرکشی کے اصولی منہج کی روشنی میں ایسے اعتراضات کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے جو کسی قیاس کے اندر پائی جانے والی عملی یا ساختی غلطی کی نشان دہی کرتے ہیں۔ اس میں ہر اعتراض کی تعریف، اقسام، مثالیں اور امام زرکشی کی طرف سے پیش کردہ جوابات شامل کیے گئے ہیں۔ یہ مطالعہ نہ صرف اصول فقہ میں قیاسی استدلال کی فہم کو گہرا کرتا ہے، بلکہ امام زرکشی کے تنقیدی منہج اور اصولی

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

بصیرت کو بھی نمایاں کرتا ہے۔ اس سے مجتہدین اور اصولیین کے لیے قیاس کے درست استعمال اور اس پر وارد ہونے والے اعتراضات کی تہہ میں جانے کا موقع فراہم ہوتا ہے۔

قیاس کی لغوی تعریف

"قيس: قاسَ الشَّيْءَ يَقيسُه قَيْساً وَقِيَاسًا واقْتاسه وقَيَّسه إذا قدَّره عَلَى مِثَالِهِ"[1]

"کسی چیز کو کسی اور چیز پر ناپنا یا اندازہ لگانا"

"أنه تقدير شيء على مثال شيء آخر وتسويته به"[2]

"ایک چیز کا دوسری چیز کی مثال پر اندازہ کرنا اور اسے اس کے برابر کرنا"۔

اسی طرح مختار میں ہے

"(قَاسَ) الشَّيْءَ بِالشَّيْءِ قَدَّرَهُ عَلَى مِثَالِهِ[3]

"ایک چیز کو دوسری پر قیاس کرنا یعنی اس کا اس کی، ثال سے اندازہ کرنا"

اسی وجہ سے ناپنے کے پیمانے کو بھی مقیاس کہا جاتا ہے اور جس کے ساتھ جوتوں کا اندازہ کیا جاتا ہے اسے بھی مقیاس کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے "فلان لا یقاس بفلان "یعنی فلاں فلاں کے برابر نہیں ہے۔

قیاس کی اصطلاحی تعریف

قیاس کی تعریف ممکن ہے یا نہیں اس حوالے سے امام زرکشی رحمہ اللہ نے دونوں مؤقف ذکر کئے ہیں۔ پہلا مؤقف امام الحرمین رحمہ اللہ اور ابیاری رحمہ اللہ کا ہے۔ ان کے نزدیک قیاس کی تعریف ممکن نہیں کیونکہ یہ مختلف حقائق حکم، فرع، اصل اور علت پر مشتمل ہے۔ حکم قدیم ہے ، فرع اور اصل دونوں حادث ہیں۔ جبکہ حد حقیقی تبھی ممکن ہوتی جب یہ متحد الحقیقۃ ہوتے اور ان کی جنس اور فصول ذکر کی جاسکتیں۔ چنانچہ امام زرکشی رحمہ اللہ نے امام الحرمین رحمہ اللہ کا قول نقل فرمایا ہے:

"يتعذر الحد الحقيقي في القياس، لاشتماله على حقائق مختلفة: كالحكم فإنه قديم، والفرع والأصل فإنهما حادثان، والجامع فإنه علة"[4]

"قیاس کی حد حقیقی ممکن نہیں کیونکہ یہ مختلف حقائق پر مشتمل ہے جیسا کہ حکم قدیم ہے، فرع واصل دونوں حادث ہیں اور ان کے درمیان جامع علت ہے۔"

اور ابیاری رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے:

"الحقيقي إنما يتصور عما تركب من الجنس والفصل ولا يتصور ذلك في القياس."[5]

"حقیقی تعریف تبھی متصور ہوتی ہے جب وہ جنس اور فصل سے مرکب اور قیاس میں اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔"

ابن منیر رحمہ اللہ نے بھی ان کی موافقت کہ ہے کہ قیاس کی حد یعنی حقیقی تعریف ممکن نہیں۔ لیکن ان کے ہاں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک علت عدمی چیز ہے اور عدم حقیقی موجودی جنس وفصل سے مرکب نہیں ہوتا۔

دوسرا مؤقف اس کی حقیقی تعریف کے ممکن ہونے کا ہے اور جمہور کا کلام اسی کا تقاضا کرتا ہے۔ قیاس کی 13 اصطلاحی تعریفات امام زرکشی رحمہ اللہ نے ذکر کی ہیں۔ ان کے طرز سے واضح ہوتا ہے کہ ان نزدیک راجح تعریف پہلی ہے۔

پہلی تعریف ذکر کی ہے اور اسے محققین کی مختار قرار دیا ہے، جو کہ درج ذیل ہے:

"مساواة فرع لأصل في علة الحكم، أو زيادته عليه في المعنى المعتبر في الحكم"[6]

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

"فرع کا حکم کی علت میں اصل کے برابر ہونا، یا حکم میں موجود معنی معتبر میں اصل سے زائد ہونا"

اس تعریف کے حوالے سے فرمایا ہے کہ یہ تعریف قیاس صحیح کے ساتھ خاص ہے۔ اسی کے قریب ہے جو تعریف امام ابو بکر رازی رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے کہ

"والقیاس: أن یحکم للشيء على نظیره المشارك له في علته الموجبة لحکمه"[7]

"اور قیاس یہ ہے کہ کسی چیز کا حکم اس کی نظیر پر لگایا جو اس کے ساتھ اس علت میں شریک ہو جو موجب حکم ہو"

قیاس کی اہمیت

قیاس کی اہمیت کے بیان کے لئے امام زرکشی رحمہ اللہ نے امام الحرمین کا قول نقل کیا ہے کہ:

"الْقِيَاسُ مَنَاطُ الِاجْتِهَادِ، وَأَصْلُ الرَّأْيِ، وَمِنْهُ يَتَشَعَّبُ الْفِقْهُ وَأَسَالِيبُ الشَّرِيعَةِ، وَهُوَ الْمُفْضِي إلَى الِاسْتِقْلَالِ بِتَفَاصِيلِ أَحْكَامِ الْوَقَائِعِ مَعَ انْتِفَاءِ الْغَايَةِ وَالنِّهَايَةِ، فَإِنَّ نُصُوصَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مَحْصُورَةٌ مَقْصُورَةٌ، وَمَوَاضِعُ الْإِجْمَاعِ مَعْدُودَةٌ مَأْثُورَةٌ، فَمَا يُنْقَلُ مِنْهَا تَوَاتُرًا فَهُوَ الْمُسْتَنِدُ إلَى الْقَطْعِ، وَهُوَ مُعْوِزٌ قَلِيلٌ، وَمَا يَنْقُلُهُ الْآحَادُ مِنْ عُلَمَاءِ الْأَعْصَارِ يَنْزِلُ مَنْزِلَةَ أَخْبَارِ الْآحَادِ، وَهِيَ عَلَى الْجُمْلَةِ مُتَنَاهِيَةٌ، وَنَحْنُ نَعْلَمُ قَطْعًا أَنَّ الْوَقَائِعَ الَّتِي يَتَوَقَّعُ وُقُوعَهَا لَا نِهَايَةَ لَهَا. وَالرَّأْيُ الْمَبْتُوتُ الْمَقْطُوعُ بِهِ عِنْدَنَا أَنَّهُ لَا تَخْلُو وَاقِعَةٌ عَنْ حُكْمِ اللَّهِ تَعَالَى مُتَلَقًّى مِنْ قَاعِدَةِ الشَّرْعِ وَالْأَصْلُ الَّذِي يَسْتَرْسِلُ عَلَى جَمِيعِ الْوَقَائِعِ الْقِيَاسُ"[8]

"اجتھاد کی بنیاد و محور قیاس ہی ہے اور یہی اصل رائے ہے۔ اسی سے فقہ اور شریعت کے اسالیب نکلتے ہیں اور وہ واقعات کے احکام کی تفاصیل تک پہنچانے والا بغیر کسی غایت و انتہاء کے۔ کتاب و سنت کی نصوص محدود ہیں اور اجماع کے مقامات بھی گنے چنے نقل کئے گئے ہیں۔ ان میں سے جو تواتر سے منقول ہیں وہ انتہائی کمیاب ہیں اور جن کو احاد کے طور پے علماء سے نقل کیا گیا ہے وہ اخبار آحاد کے درجے میں ہیں۔ یہ سب مجموعی طور پر متناھی ہیں اور ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کی واقعات جن کا وقوع متوقع ہے غیر متناھی ہیں۔ یہ رائے یقینی اور قطعی ہے کہ کوئی بھی واقعہ اللہ تعالی کے حکم سے خالی نہیں ہو تا جس حکم کو شریعت کے قاعدہ سے اخذ کیا جاتا

ہے۔ اور شریعت کا ایسا اصل جو تمام واقعات کا احاطہ کئے ہوئے ہے، وہ قیاس ہے۔"

امام زرکشی رحمہ اللہ کے اصولی منہج سے مراد

امام زرکشیؒ کا اصولی منہج سے مراد اس تحقیق میں وہ منظم فکری و علمی طریقِ کار ہے جو انہوں نے اصولِ فقہ کے مباحث، بالخصوص قیاس اور اس پر وارد ہونے والے اعتراضات کی توضیح و تجزیہ میں اختیار کیا۔ اس میں ان کا طرزِ استدلال، دلائل کی درجہ بندی، علت و حکم کے باہمی ربط کی توضیح، قیاس کی اقسام و شرائط کی تعیین، اور اعتراضات کی اصولی تقسیم و تنقیح شامل ہے۔ بالخصوص "البحر المحیط" میں انہوں نے قیاس پر وارد ہونے والے مختلف اعتراضات کو پہلے جامع اصولی عناوین کے تحت ذکر کیا، پھر ذیلی صورتوں کو ان عناوین میں ضم کر کے ایک منہجی اور منظم خاکہ پیش کیا۔ اس تحقیق میں "اصولی منہج" سے مراد انہی اصولی ضوابط، تقسیمات، اور منہجی اسلوب کا مطالعہ ہے جنہیں انہوں نے قیاس اور اعتراضاتِ قیاس کے باب میں اختیار کیا۔

قیاس پر وارد ہونے والے اعتراضات

علم اصول الفقہ میں قیاس کو استنباطی دلائل کا بنیادی ذریعہ تسلیم کیا گیا ہے، اور اس کی صحت و قبولیت کے لیے فقہاء نے نہایت باریک اصولی بحثیں

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

کی ہیں۔انہی مباحث میں ایک نہایت اہم موضوع اعتراضات (الأسئلة أو الاعتراضات) ہے، جن کے ذریعے کسی قیاس کی بنیاد یا اس کے مقدمات پر تنقید کی جاتی ہے۔امام زرکشیؒ نے اپنی کتاب البحر المحیط میں قیاس پر وارد ہونے والے اعتراضات کو جامع انداز میں بیان فرمایا ہے۔اور اس سے پہلے اعتراض کی حقیقت اور اقسام پر بحث کی ہے۔

اعتراض کی تعریف

امام زرکشی رحمہ اللہ نے اعتراض کی تعریف کی ہے:

"اعلم أن كل ما يورده المعترض على كلام المستدل يسمى (اعتراضا) لأنه اعترض لكلامه ومنعه من الجريان"[9]

" جان لو کہ وہ تمام باتیں جو معترض، دلیل پیش کرنے والے کے کلام پر وارد کرتا ہے،انہیں(اعتراض) کہا جاتا ہے، کیونکہ اس نے اس کے کلام کے سامنے آکر اسے جاری ہونے سے روک دیا۔"

یعنی اعتراض ہر وہ کلام ہے جو دلیل دینے والے کے قول کو روک دے اور اس کے تسلسل کو منقطع کر دے۔

یہ اصطلاحی تعریف صاحبِ خلاصة المآخذ کے حوالے سے یوں ذکر کی گئی ہے:

"الاعتراض عبارة عن معنى لازمه، [هدم] قاعدة المستدل، وهو جامع مانع"[10]

یعنی: اعتراض وہ معنیٰ ہے جس کا لازمہ یہ ہو کہ دلیل دینے والے کی بنیاد کو گرایا جائے۔ یہ تعریف جامع بھی ہے اور مانع بھی، یعنی ہر اعتراض کو شامل کرتی ہے اور غیر اعتراض کو خارج کرتی ہے۔

اعتراضات کی اقسام

زرکشیؒ نے ایک معروف اصولی ترتیب کے مطابق اعتراضات کو دس اقسام میں بیان کیا ہے۔

"فساد الوضع، فساد الاعتبار، عدم التأثير، القول بالموجب، النقض، القلب، المنع، التقسيم، المطالبة، المعارضة"[11]

،اور زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "ماعداہ داخل فیہ" یعنی جو کچھ ان اقسام کے علاوہ ہے، وہ انہی میں شامل ہو جاتا ہے۔ لیکن توضیح کرتے وقت امام زرکشی رحمہ اللہ نے ان کی چند ذیلی اقسام کو بھی مستقل قسم کے طور پر بیان کرتے ہوئے سولہ اعتراضات کو موضوع بحث بنایا ہے۔

اصولی نکتہ

زرکشیؒ نے ایک نہایت باریک اور اہم بات یہ کہی کہ ان اعتراضات کا وارد ہونا اس معنیٰ میں نہیں کہ ہر اعتراض ہر قیاس پر وارد ہو سکتا ہے۔ بعض اعتراضات خاص قیاسات پر ہی وارد ہوتے ہیں، جیسا کہ "فساد الاعتبار" صرف ایسے قیاس پر وارد ہو گا جس میں علت کی معقولیت محلِ نظر ہو۔

یہ بات اس دعویٰ کو باطل کرتی ہے کہ اعتراضات قیاس کو بالکلیہ باطل کر دیتے ہیں، کیونکہ قیاس کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جس پر کسی اعتراض کی گنجائش نہیں ہوتی۔

مثالِ تمثیلی

زرکشیؒ نے نحو اور صرف کے علماء کی اس مثال کو قیاس پر منطبق کیا: جیسے صرفیوں نے کہا: "سألتمونیها" حروفِ زیادت کے لیے جامع ہے، یعنی حروفِ زیادت انہی حروف میں محدود ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ جہاں بھی یہ حروف آئیں وہ زائد ہی ہوں۔

اسی طرح، ہر اعتراض ہر قیاس پر وارد ہو، یہ ضروری نہیں، بلکہ قیاس کی نوعیت پر اعتراضات کی تطبیق ہوتی ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

پہلا اعتراض: نقض

نقض سے مراد وہ اعتراض ہے جس میں مدعی علت کے دعوے پر یہ کہہ کر اعتراض کرے کہ: "یہ علت جس کو تم نے حکم کے لیے بنیاد قرار دیا ہے، وہ کسی ایک صورت میں پائی گئی، لیکن حکم وہاں موجود نہیں، لہٰذا یہ علت ناقص ہے۔"

زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ یہ اعتراض آخر میں آتا ہے، لیکن چونکہ مناظرات میں سب سے زیادہ استعمال ہوتا ہے، اس لیے اس کو پہلے بیان کیا گیا۔ اس اعتراض کے جواب سے وہ تعارض بھی رفع ہو جاتا ہے جو احکام کے تضاد کی صورت میں پیدا ہوتا ہے، نیز علت کے ساتھ حکم کے تخلف کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔

اہم بنیادیں:

1۔ علت کی اقسام:

۱۔ منصوصہ قطعیہ: قطعی نص سے معلوم شدہ ۲۔ منصوصہ ظنیہ: ظنی نص سے معلوم شدہ ۳۔ مستنبطہ: اجتہاد سے اخذ کردہ

2۔ حکم کے تخلف کی وجوہات:

۱۔ مانع کی موجودگی ۲۔ شرط کے فقدان ۳۔ دونوں کے علاوہ

مجموعی طور پر نو(9) صورتیں بنتی ہیں، جس پر بارہ(12) سے زائد اقوال موجود ہیں۔[12]

اقوال کی تفصیل

قول اول: نقض مطلقاً قادح ہے، چاہے علت منصوصہ ہو یا مستنبطہ، حکم اگر تخلف کرے تو علت باطل ہے۔ یہ قول ابو اسحاق الاسفرائینی، امام الرازی، ابو الحسین البصری کا ہے

دلیل: علت اور حکم کا لزوم، اگر حکم نہ ہو تو علت بھی نہیں۔

قول ثانی: نقض مطلقاً قادح نہیں، حتیٰ کہ علت میں تخلف ہو، تو اس کا مطلب مانع یا شرط کا فقدان سمجھا جائے گا۔ یہ رائے اکثر احناف، مالکیہ، حنابلہ کی ہے۔ یعنی ان کے نزدیک علت کا حکم سے تعلق لفظی عموم سے مشابہ ہے، جیسے عموم کی تخصیص ہو سکتی ہے۔

قول ثالث: صرف مستنبطہ علت میں نقض قادح ہے، منصوصہ علت میں نقض معتبر نہیں۔ یہ موقف امام الحرمین، امام القرطبی کا ہے۔

قول رابع: منصوصہ علت میں نقض قادح ہے، مستنبطہ میں نہیں۔ یہ پہلے قول کے الٹ ہے۔ یعنی مستنبطہ علت میں اگر مانع یا شرط کی وجہ ہو تو قادح نہیں، منصوصہ میں قادح ہے۔ امام ابن الحاجب نے یہ قول نقل کیا۔

قول خامس: علت منصوصہ ہو یا مستنبطہ صرف مانع کی موجودگی میں نقض قادح نہیں۔ یہ موقف: امام البیضاوي، الهندي کا ہے۔

قول سادس لابن الحاجب: مستنبطہ علت: صرف مانع یا شرط کی موجودگی میں قادح نہیں۔

منصوصہ علت: اگر قطعی ہو تو قادح نہیں، اگر ظنی ہو تو ممکنہ تخصیص۔

قول سابع بعض معتزلہ کا موقف: علتِ وجوب یا حِلّ کو مخصوص کیا جانا قادح نہیں۔

قول ثامن: بعض متاخرین کے ہاں منقوض علت صرف مخالف کی دلیل پر اثر انداز ہوتی ہے۔

زرکشی رحمہ اللہ نے اس کو "حشو" قرار دیا۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

قول تاسع: ابو منصور کے ہاں منقوض علت سے استدلال کرنے سے روک دیا جائے گا، لیکن علت کو باطل نہیں کہا جائے گا:

قول عاشر: علت اگر مؤثر ہو تو نقض وارد نہیں ہو سکتا۔ یہ قول ابوزید کا ہے۔

قول حادی عشر: الغزالي کا موقف:

اس کی تین صورتیں ہیں:

استثناء کی صورت: علت میں تخصیص ہو سکتی ہے، علت باطل نہیں۔

تعارض کی صورت: علت قائم رہتی ہے، حکم معارض علت سے متاثر ہوتا ہے۔

شرط یا محل کی عدم موجودگی: علت پر اثر نہیں پڑتا، کیونکہ تخلف محل یا شرط کی وجہ سے ہے۔

خلاصہ موقفِ زرکشی رحمہ اللہ

زرکشی رحمہ اللہ ان تمام اقوال کو نقل کر کے محقق انداز میں تنقیدی تبصرہ فرماتے ہیں اور ان سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ:

"وحاصله أن النقض قادح فيما إذا لم يقدح فرق، أو لم يكن الحكم في الصورة مجمعا عليه، أو لم يكن ثابتا بقطعي، أو كان ثابتا بإجماع وفي محل النقض يعني تعارض العلة التي ذكرها المستدل ومنعها من الجريان. وإن لم يكن كذلك فالتوقف"[13]

" خلاصہ یہ ہے کہ 'نقض' (یعنی قیاس کو توڑنے کا اعتراض) اس وقت مؤثر اور قابلِ قبول ہوتا ہے جب ان تین باتوں میں سے کوئی نہ ہو، کوئی واضح فرق (جو علت کو مختص کرے) موجود نہ ہو یا جس صورت میں اعتراض کیا جا رہا ہے، وہاں حکم پر اجماع نہ ہو، یا وہ حکم قطعی دلیل سے ثابت نہ ہو یا اگرچہ حکم اجماع سے ثابت ہو، مگر 'محلِ نقض' (یعنی جس جگہ اعتراض ہو رہا ہے) میں وہ علت جو مستدل نے پیش کی ہے، اس کے ساتھ کسی اور علت کا تعارض واقع ہو جائے، جو اس علت کو جاری ہونے سے روک دے۔ اور اگر ایسا نہ ہو (یعنی مذکورہ شرائط نہ پائی جائیں) تو حکم میں توقف کیا جائے گا۔"

یعنی نقض کا اعتبار تب ہے جب علت تامّہ نہ ہو یا علت میں کوئی فرق نہ نکل سکے۔

اگر علت میں مانع یا شرط کا فقدان ہو تو نقض قادح نہیں۔ اگر علت منصوصہ ہو اور نص قطعی ہو تو علت کو نقض سے باطل نہیں کیا جا سکتا۔ اگر علت مستنبطہ ہو اور فرق نہ نکالا جا سکے، تو وہ علت باطل ہو جائے گی۔

دوسرا اعتراض: الکَسر

تعریف و مفہوم

دوسرا اعتراض کسر ہے جو کسی معلَّل حکم کی علّت میں موجود کسی جزوی وصف یا صفت کے ناقص یا غیر مؤثر ہونے پر وارد کیا جاتا ہے۔ یہ اعتراض اس وقت پیش کیا جاتا ہے جب علّت کے کسی جزیا وصف کی موجودگی کے باوجود شرعی حکم مترتّب نہ ہو، یا وہ وصف ایسی صورت میں بھی موجود ہو جس میں وہی حکم نہ پایا جائے۔ گویا "الکسر" ایسی صورت کی نشان دہی ہے جہاں علّت کا مفہوم یا معنیٰ تو موجود ہو، مگر حکم ظاہر نہ ہو، اس طرح وہ علت معنوی اعتبار سے غیر مؤثر ٹھہرتی ہے۔

توضیح

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

یہ اعتراض ان صورتوں میں وارد ہوتا ہے جہاں علّت مرکب ہو، یعنی متعدد اوصاف پر مشتمل ہو، اور ان میں سے کوئی جز (وصف) ایسا ہو جو نہ تو مؤثر ہو اور نہ ہی اصل حکم کے تحقق میں معتبر۔ اس وصف کو حذف یا تبدیل کر کے یہ دکھایا جاتا ہے کہ وہ وصف حکم پر اثر انداز نہیں ہو رہا، لہٰذا علّت میں اس کا داخل ہونا محلِ نظر ہے۔

مثلاً روایت ہے:

"كان المصطفى صلَّى اللهُ عليه وسلَّم يأتي دارَ قَومٍ من الأنصارِ، ودونَهم دارٌ، فشَقَّ عليهم فقالوا: تأتي دارَ فُلانٍ ولا تأتي دارَنا؟ قال :إنَّ في دارِكم كلبًا .قالوا: فإنَّ في دارِهم سِنَّورًا. فقال: السِّنَّورُ من أهلِ البيتِ، وإنَّه من الطَّوَّافين أو الطَّوَّافاتِ عليكم"[14]

"رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک قبیلے کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے، اور ان کے اور اس گھر کے درمیان ایک اور گھر واقع تھا۔ (یعنی اس گھر سے پہلے دوسرے لوگوں کا گھر تھا)، تو یہ بات ان پر (یعنی درمیان والوں پر) گراں گزری۔ انہوں نے عرض کیا: آپ فلاں کے گھر تشریف لے جاتے ہیں لیکن ہمارے گھر نہیں آتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے گھر میں کتا ہے۔ انہوں نے کہا: ان کے گھر میں تو بلی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلی تو گھر والوں میں سے ہے، اور وہ تمہارے ارد گرد گھومنے والوں میں سے ہے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "بلی" کتے سے مشابہ ہونے کے باوجود حکمِ نجاست کا سبب نہیں بنی۔ پس، بلی کی موجودگی "کسر" کی مثال ہے، کیونکہ وصف (جانور کی موجودگی) موجود ہے مگر حکم (نجاست) مترتب نہیں ہوا۔

ائمہ کے اقوال

امام آمدی اور ابن الحاجب کے نزدیک "الکسر" دراصل نقض کی ایک معنوی صورت ہے، یعنی ایسی حالت جہاں علّت کے معنوی اجزاء باقی ہوں مگر ان سے حکم مترتب نہ ہو۔ وہ اسے نقض معنوی (لا نقض لفظي) قرار دیتے ہیں۔

شیخ ابو اسحاق الشیرازي نے "الکسر" کو ایک معتبر فقہی قادح تسلیم کرتے ہوئے اسے علت کی جانچ اور تنقیح کا اہم ذریعہ قرار دیا ہے۔ اکثر اصولیین بالخصوص متأخرین نے اسے علّت پر قادح اور معتبر اعتراض تسلیم کیا ہے، اور کہا کہ یہ فقہی علت کی اصلاح اور صحت کے لئے نہایت مؤثر اور مفید ذریعہ ہے۔

اختلافِ رائے

بعض متقدمین اور خراسانی اصولیین کے نزدیک "الکسر" علت کو باطل نہیں کرتا، کیونکہ ان کے نزدیک علت شرعی ہوتی ہے، اور اس کے مفہوم میں وسعت ہوتی ہے۔ مگر دیگر علماء بالخصوص متکلمین کے ہاں، "الکسر" علت کے غیر مؤثر یا باطل ہونے کا قوی قرینہ شمار ہوتا ہے۔

کسر اور نقض میں فرق

نقض میں علت کی موجودگی کے ساتھ حکم کی عدم موجودگی کو ظاہر کیا جاتا ہے تاکہ علت کی کلی بطلان ثابت ہو۔

کسر میں علت کے کسی جزیا وصف کو ناقص یا غیر مؤثر قرار دے کر جزوی بطلان یا اصلاح کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔

نتیجہ و خلاصہ

"الکسر" علت کے اجزاء کی جانچ کا ایک مؤثر ذریعہ ہے، جس سے علت میں موجود غیر مؤثر اوصاف کو واضح کیا جاتا ہے۔ اس کا مقصد علت کی

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اصلاح یا اس کے ترک پر دلیل فراہم کرنا ہوتا ہے۔

اکثر اصولیین کے نزدیک یہ اعتراض معتبر، علمی اور قادح ہے، اور اسے "نقض معنوی" کا درجہ حاصل ہے۔

تیسرا اعتراض: عدمُ العکس۔(علّت کی غیر موجودگی کے باوجود حکم کا پایا جانا)

اعتراض یہ ہے کہ اگر کسی مقام پر حکم تو موجود ہو مگر وہ علّت نہ ہو جسے اصل مسئلہ میں حکم کی بنیاد قرار دیا جارہا ہے، تو اس سے علّت پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ وہ "لازم" نہیں، یعنی وہ حکم کے ساتھ ہمیشہ نہیں پائی جاتی۔ اس کا نام "عدم العکس " ہے، اور یہ اعتراض ان صورتوں میں آتا ہے جہاں اصل قیاس میں ایک خاص علّت کی بنا پر ایک حکم دیا گیا ہو، لیکن کسی دوسری مثال میں وہی حکم کسی دوسری علّت سے موجود ہو۔

یہ اعتراض دو اصولی مقدمات پر مبنی ہے:

(1) کیا "عکس" (عکسِ علّت) علّت کی شرط ہے؟

یہ ایک اصولی اختلاف ہے، بعض اصولیّن کے نزدیک علّت کو قابلِ انعکاس (معکوس) ہونا چاہیے، یعنی جہاں حکم ہو وہاں علّت بھی ہونی چاہیے۔ مگر جمہور (اکثر) اصولیّن کے نزدیک عکس علّت کے ثبوت کے لیے شرط نہیں۔ اس لیے اگر کہیں علّت نہ ہو مگر حکم کسی اور سبب سے موجود ہو، تو یہ قیاس کو باطل نہیں کرتا۔

امام الحرمین فرماتے ہیں:

"إذا قلنا: إن اجتماع العلل على معلول واحد غير واقع " أي كما هو اختياره " فالعكس لازم ما لم يثبت الحكم عند انتفاء العلة بتوقيف. لكن لا يلزم المستدل بيانه. بخلاف ما ألزمناه مثله في النقض"[15]

"اگر ہم یہ کہیں کہ متعدد علّتیں ایک ہی حکم میں جمع نہیں ہو سکتیں، تو پھر عکس لازم آئے گا جب تک توقیف (نص یا اجماع) سے حکم کی موجودگی علّت کی غیر موجودگی میں ثابت نہ ہو۔ لیکن اس کا بیان کرنا مجتہد پر لازم نہیں، بر خلاف اعتراضِ نقض کے، جہاں تفصیل ضروری ہوتی ہے۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام الحرمین "عدم العکس" کو کم درجے کا اعتراض شمار کرتے ہیں۔

(2) کیا ایک ہی حکم مختلف علّتوں سے ثابت ہو سکتا ہے؟

یہ دوسرا اصولی مسئلہ ہے اگر ہم کہیں کہ ایک ہی حکم مختلف علّتوں سے ہو سکتا ہے، تو اعتراضِ "عدم العکس "معتبر نہیں ہوگا۔ یہی رائے امام رازی، امام حرمین، اور امام آمدی جیسے بڑے اصولیّین کی بھی ہے۔ امام الآمدی کا کہنا ہے:

"عکس کا اعتراض صرف اس وقت وارد ہوتا ہے جب دونوں فریق اس بات پر متفق ہوں کہ حکم کی صرف ایک ہی علّت ہے۔"

یعنی اگر مختلف علّتوں کی گنجائش تسلیم کی جائے، تو اعتراضِ عکس غیر مؤثر ہو جاتا ہے۔ یعنی اعتراضِ "عدم العکس" اس وقت قوی ہوتا ہے جب قیاس کرنے والا دعویٰ کرے کہ یہ علّت ہی واحد سبب ہے اس حکم کے لیے۔

اگر متعدد علّتوں کی گنجائش تسلیم کی جائے (جو جمہور کا موقف ہے)، تو اس اعتراض کی قوت باقی نہیں رہتی۔

امام الحرمین اور الآمدی دونوں اس اعتراض کو نقض سے کمتر درجہ دیتے ہیں، اور اس کے رد کے لیے مفصل جواب کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

چوتھا اعتراض: عدم التأثیر (اثر نہ ڈالنے کا اعتراض)

عدم التأثیر کا اعتراض کہتا ہے کہ بعض صورتوں میں وہ وصف یا علّت جو حکم کی بنیاد ہوتی ہے، اس کا کوئی اثر (تاثیر) حکم پر نہیں ہوتا، یعنی حکم علّت کے بغیر بھی قائم رہ سکتا ہے۔ اگر علّت کا کوئی اثر نہ ہو تو یہ علّت حکمی دلیل میں بے معنی یا ناکافی ہو جاتی ہے۔

ابن الصباغ کی رائے

یہ اعتراض سب سے مضبوط اعتراضات میں سے ہے، کیونکہ اگر وصف کا حکم پر کوئی اثر نہ ہو تو پھر وہ وصف علّت نہیں بن سکتا۔ فقہاء کہتے ہیں کہ "اگر حکم کسی علّت سے جُڑا ہے تو وہ حکم علّت کے زوال کے ساتھ زائل ہو جاتا ہے"۔ مثلاً: حکم ربا (ربا حرام ہونا) علّت ربا کے بغیر نہیں ثابت ہوتا، اور اس کا ثبوت امام شافعی نے محمد بن حسن کے ساتھ مباحثے میں بھی استعمال کیا۔

ابن السمعانی کی رائے

اگر کوئی کہے کہ علّت کا کوئی اثر نہیں ہے تو وہ صحیح نہیں کیونکہ جو علّت صحیح ہے اس کا اثر دلیل سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر اعتراض کیا جائے تو معقول طریقے سے معیّن کرنا چاہیے کہ علّت کا اثر کہاں ہے اور کہاں نہیں۔

علماء کے مکاتب فکر

علماء نے عدم التأثیر کو کئی اقسام میں تقسیم کیا ہے، جن میں اہم چار درج ذیل ہیں:

اقسام عدم التأثیر:

1۔ عدم التأثیر في الوصف (وصف کا اثر نہ ہونا)

یہ دراصل "عدم العکس" کا معاملہ ہے، مثلاً نماز صبح قصر نہیں کی جاتی، اس لیے اس کی اذان کو وقت سے پہلے نہیں دیا جا سکتا" یہاں "قصر نہ کرنا" وصف پیشگی اذان کے منع ہونے کے لیے ایک مؤثر سبب نہیں بلکہ ایک طردی (مستثنیٰ) وصف ہے۔

2۔ عدم التأثیر في الأصل (اصل میں اثر نہ ہونا)

یہ صورت اس وقت ہے جب اصل میں علّت کا کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ دوسرے معنی یا علل مقصد کو پورا کر رہے ہوتے ہیں، مثلاً "غائب کا بیع" جو نظر نہ آتا ہو، اس کا کوئی اثر نہیں کیونکہ "بیع کا عدم تسلیم" ہی کافی ہے۔ اس قسم میں بعض علماء کے نزدیک علّت کا ذکر فضول یا لغو ہو سکتا ہے۔

3۔ عدم التأثیر في الأصل والفرع (اصل اور شاخ دونوں میں اثر نہ ہونا)

یہ اس وقت ہے جب علّت یا وصف حکم میں نہ ضروری ہو نہ غیر ضروری۔ مثال جمعہ فرض ہے" کا ذکر، جبکہ فرض نماز بغیر امام کے بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ "فرض ہونا" کا ذکر غیر ضروری ہے لیکن مثال کے طور پر دیا جاتا ہے تاکہ شبہ دور ہو۔

4۔ عدم التأثیر في الفرع (شاخ یا جزو میں اثر نہ ہونا)

اگر کوئی اپنی شادی خود کر لے، لیکن غیر کفء سے، تو "غیر کفء ہونا" اس حکم پر اثر نہیں رکھتا کیونکہ کفء کا مسئلہ الگ ہے۔

5۔ عدم التأثیر في الحکم (حکم پر اثر نہ رکھنے والا وصف)

مثلاً مرتد کے مال تلف کرنے کا حکم صرف ان لوگوں پر ہے جو "دار الحرب" میں ہیں۔ لیکن "دار الحرب" کا وجود اس حکم کی حکمت میں کوئی دخل نہیں رکھتا، یعنی اگر دار الحرب نہ ہو تب بھی حکم برقرار ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

خلاصہ :عدم التأثیر اعتراض کہتا ہے کہ بعض وصف یا علل جو حکم کی بنیاد بنتی ہیں، ان کا حکم پر کوئی اثر نہیں ہوتا، اور اگر ایسا ہو تو وہ علّت یا وصف دلیل میں ناکافی یا لغو ہو جاتے ہیں۔ فقہاء نے اس اعتراض کی مختلف صورتوں کو سمجھنے کے لیے کئی اقسام بنائیں، جن میں سے کچھ کو رد کیا گیا اور کچھ کو قبول کیا گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ حکم کا علّت سے جُڑنا لازمی ہے، اور اگر علّت کا کوئی اثر نہ ہو تو وہ علّت صحیح نہیں۔

پانچواں اعتراض :القلب

قلب" ایک جدلی اعتراض ہے، جس کے ذریعے معترض یہ ظاہر کرتا ہے کہ دلیلِ مستدل درحقیقت اسی کے خلاف دلالت کرتی ہے۔ امام آمدی کے مطابق:

"أن قلب الدليل هو أن يبين القالب أن ما ذكره المستدل يدل عليه لا له، أو يدل عليه وله"[16]

یعنی قائل (القالب) واضح کرتا ہے کہ مستدل کی پیش کردہ علت یا دلیل اسی کے خلاف دلالت کرتی ہے۔ مثلاً، احناف کا

"الخال وارث من لا وارث له"[17]

سے خال کے لیے میراث کا اثبات کرنا، جبکہ معترض کہتا ہے کہ یہ حدیث تو نفیِ وراثت پر مبالغہ کے ساتھ دلالت کرتی ہے، یعنی "خال وارث نہیں"۔

امام رازی کے مطابق، قلب تب معتبر ہوگا جب مستدل و معترض کا اصل ایک ہو، کیونکہ اگر اصل بدل جائے تو یا تو علت کا نقض ہوگا یا ایک نیا قیاس بنے گا۔

علامہ ہندی اس تعریف پر تنقید کرتے ہیں کہ یہ تعریف غیر جامع ہے، کیونکہ قلب صرف قیاس پر موقوف نہیں، بلکہ غیر قیاسی دلائل میں بھی واقع ہوتا ہے۔

اعتبارِ قلب

قلب کی اعتباری حیثیت پر اختلاف ہے، بعض کے نزدیک اگر علت ایک سے زائد متنافی احکام پر دلالت کرے تو یہ علت کی فساد کی دلیل نہیں، کیونکہ ایک علت کبھی دو غیر متنافی احکام پر بھی دلالت کر سکتی ہے۔ مگر جمہور کا موقف ہے کہ اگر علت دو متناقض احکام پر دلالت کرے، تو قلب کے ذریعے اسے باطل قرار دینا ممکن ہے۔

امام الحرمین نے کہا کہ علت کا ایک حکم پر دلالت کرنا اور پھر اس کا قلب دوسرے حکم پر، یہ جدلی اشکال ہے، نہ کہ دینی۔ ابن المنیر کے مطابق علت ایک ہی وقت میں متناقض احکام پر دلالت نہیں کر سکتی، لیکن اگر یہ دونوں احکام فرع میں اکٹھے نہ ہو سکیں تو باہمی تناقض مفروضاتی (تواضعی) ہوگا، حقیقی نہیں۔

کیا قلب قادح ہے؟

اس مسئلے میں بھی اختلاف ہے، بعض علماء کے نزدیک قلب علت کو باطل کرنے والا (قادح) اعتراض ہے، اور علت کی افادیت ختم کر دیتا ہے۔ دیگر حضرات، خصوصاً امام ابو اسحاق الشیرازی، کے مطابق یہ "معارضہ" ہے نہ کہ "نقض"، اس لیے علت کو فاسد نہیں کرتا، جب تک کہ خارجی طور پر ترجیح نہ دی جائے۔

امام الباجی نے اس مسئلے کی دو اقسام بیان کیں:

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

1۔ قلب جمیع اوصاف العلۃ :اگر معترض علت کے تمام اوصاف کو استعمال کر کے اس پر مخالف حکم ثابت کرے، تو یہ علت کو مکمل طور پر باطل کر دیتا ہے۔

2۔ قلب بعض اوصاف العلۃ :اگر معترض صرف بعض اوصاف سے قلب کرے، تو یہ علت کا رد نہیں بلکہ معارضہ شمار ہو گا۔

اقسامِ قلب

قلب کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں:

1۔ قلب الحکم المطلوب :جب معترض مستدل کے مطلوب حکم کی ضد کو دلیل کے ساتھ ثابت کرے۔ یہ یا تو صریحاً ہو، جیسے بیع فضولی میں اختلاف؛ یا ضمناً ہو، جیسے اعتکاف میں صوم کی شرط کے مسئلے میں۔

2۔ قلب التسویۃ :جب اصل میں دو احکام ہوں، اور معترض اس بنیاد پر فرع میں بھی دونوں کی مساوات پر زور دے، تو مستدل کا مدعا باطل ہو جائے گا۔ مثلاً، "طلاقِ مکرہ" اور "وضو میں نیت" جیسے مسائل۔

القلب اور المعارضۃ میں فرق

قلب مستدل کی دلیل ہی کے اندر تضاد ظاہر کرتا ہے، جبکہ معارضۃ ایک الگ دلیل سے مقابلہ کرتی ہے۔

قلب میں اصل اور علت وہی رہتی ہے جو مستدل نے ذکر کی، جبکہ المعارضۃ میں علت اور اصل بدل سکتے ہیں۔

القلب مفروضاتی (تواضعی) تناقض پر مبنی ہے، جبکہ المعارضۃ حقیقی تناقض پر۔

المعارضۃ میں دلائل کے مابین ترجیح ممکن ہے، لیکن القلب محض دلیل کو باطل کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

چھٹا اعتراض: القول بالموجب

"القول بالموجب" کا مطلب ہے کہ معترض مستدل کے بیان کردہ استدلال یا دلیل کے نتیجے (مقتضی) کو تسلیم کر لیتا ہے، لیکن اصل محلِ نزاع میں اختلاف برقرار رہتا ہے۔ یعنی معترض یہ نہیں کہتا کہ دلیل غلط ہے، بلکہ کہتا ہے کہ وہ دلیل محلِ نزاع کو ثابت نہیں کرتی۔ یہاں "الموجب" (بکسر الجیم) سے مراد وہ دلیل ہے جو کسی حکم کو واجب کرتی ہے، اور "القول بالموجب" (بفتح الجیم) کا مطلب ہے کہ دلیل کے نتیجے کو تسلیم کرنا لیکن اس سے وہ حکم لازم نہیں آتا جو مستدل بیان کر رہا ہے۔

امام رازی نے اس کی تعریف مندرجہ ذیل کی ہے:

"وحده تسليم ما جعله المستدل موجب العلة مع استبقاء الخلاف"[18]

"اور اس کی تعریف تسلیم کرنا ہے جسے مستدل نے موجب علت بنایا ہے، اختلاف اقی رکھتے ہوئے۔"

زرکشی رحمہ اللہ کا تبصرہ یہ ہے کہ "موجب العلّۃ" سے اس کی تعریف کرنے سے ہے، یہ قیاس تک محدود ہو جاتی ہے، حالانکہ "القول بالموجب" وسیع تر مفہوم رکھتا ہے۔ اس میں اشکال یہ ہے کہ اگر دلیل محلِ نزاع پر دلالت ہی نہ کرے تو وہ دلیل معتبر ہی نہیں، اور اگر وہ محلِ نزاع پر دلالت کرے تو پھر "القول بالموجب" کی کوئی گنجائش نہیں۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ مستدل بعض اوقات یہ گمان کرتا ہے کہ معترض صرف کسی مانع کی بنا پر اس کے مقدمے کو نہیں مان رہا۔ لہٰذا وہ دلیل اس مانع کو رد کرنے میں پیش کرتا ہے۔ لیکن اگر معترض اس مانع کو مانتا ہی نہیں، یا وہ مانع محلِ نزاع سے مختلف ہو، تو مستدل کی دلیل غلط محل پر وارد

ہو جاتی ہے۔ ایسے میں معترض کہہ سکتا ہے:

"میں تمہاری دلیل کو مانتا ہوں، لیکن وہ محلِ نزاع پر دلالت نہیں کرتی۔ یہی "القول بالموجب" ہے۔

ابن المنیر نے اس تعریف پر اعتراض کیا کہ صرف "تسلیم مقتضی مع بقاء النزاع" کہہ دینا کافی نہیں، کیونکہ بسا اوقات یہ محض غلط فہمی کی تصحیح ہوتی ہے، نہ کہ "القول بالموجب"۔ اس لیے انہوں نے شرط لگائی کہ مستدل کی غلطی کے لیے عذر معتبر ہونا چاہیے، تاکہ معترض کا جواب محض عناد نہ لگے۔

الشیخ محیي الدین القریمیسی نے اس کو "بیانِ انحرافِ دلیل" کہا ہے، یعنی مستدل کی دلیل محلِ نزاع سے ہٹی ہوئی ہے۔ اس لحاظ سے "القول بالموجب" حقیقی تسلیم نہیں بلکہ تسلیم کا اظہار بطورِ توبیخ ہے۔ اس کے مطابق اگر واقعی دلیل محلِ نزاع سے ہٹی ہوئی ہو مستدل منقطع، اگر نہیں تو معترض منقطع۔

اس نظریاتی اختلاف سے دو فرعی مسائل پیدا ہوتے ہیں:

کیا "القول بالموجب" کو دوسرے اعتراضات کے بعد لانا ضروری ہے؟

کیا اس سے معترض یا مستدل کا انقطاع لازم آتا ہے؟

اس کی ممکنہ صورتیں یہ ہیں اگر معترض دلیل کا مقتضی تسلیم کرلے اور وہی محلِ نزاع ہو: مستدل کامیاب، معترض منقطع۔

اگر دلیل محلِ نزاع سے ہٹی ہو: مستدل منقطع۔

معترض کے اعذار

مستدل سمجھتا ہے کہ معترض مقتضی مانتا ہے، جبکہ وہ نہیں مانتا۔

مستدل جس مانع کو رد کرتا ہے، وہ معترض کے ہاں سرے سے مانع نہیں۔

مستدل دلیل میں ایک مقدمہ ذکر کرتا ہے، دوسرا نہیں، اور معترض وہی ذکر کردہ مقدمہ مان لیتا ہے۔

مستدل محلِ نزاع سے باہر دلیل دیتا ہے اور معترض اس پر "القول بالموجب" کہہ کر اصل محلِ نزاع میں اختلاف باقی رکھتا ہے۔ قرآنی مثال:

"لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ"[19]

یہ آیت جواب ہے منافقین کے قول کا:

"لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ"[20]

انہوں نے اپنے لیے عزت کا دعویٰ کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عزت تو اللہ، اس کے رسول اور مؤمنین کے لیے ہے، اس لیے اگر عزت رکھنے والا نکالے گا تو منافقین ہی نکالے جائیں گے۔

فرق معارضة سے

القول بالموجب: دلیل محلِ نزاع سے ہٹی ہوئی ہے۔

المعارضة: دلیل محلِ نزاع سے متعلق ہے لیکن معترض اس کا جواب ایک متوازی دلیل سے دیتا ہے۔

مختلف اقوال

بعض اصولی اسے قوادح العلۃ میں شمار کرتے ہیں، کیونکہ جب معترض دلیل کا نتیجہ مان لے مگر اصل حکم نہ مانے تو دلیل محلِ نزاع پر وارد نہیں ہو رہی۔

بعض اصولی اسے اعتراض ہی نہیں مانتے، کیونکہ اس میں دلیل کی موافقت کی جاتی ہے۔ امام الحرمین نے اسے اعتراض مانا اور درست بھی کہا۔

ابن السمعانی کا اصول

اگر معترض کا قول "ممَانَعة" (روکنے) کے انداز میں ہو تو وہ معتبر سوال بن جاتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ دلیل کا مقتضی محلِ نزاع کو نہ چھوڑ رہا ہو۔

ساتواں اعتراض: الفرق (سوالِ المعارضۃ)

یہ قیاس پر وارد ہونے والے اعتراضات میں سے ساتواں اعتراض ہے، جسے الفرق، سوال المعارضۃ یا سوال المزاحمۃ کہا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ معترض اصل (اصلِ قیاس) میں کوئی ایسا وصف پیش کرتا ہے جو یا تو علتِ مستقل کے طور پر یا علت کا جزو ہو سکتا ہے، اور وہ وصف فرع میں موجود نہیں ہوتا۔ اس فرق کی دو شرائط ہیں: پہلی یہ کہ اصل اور فرع میں واقعی کوئی ایسا فرق موجود ہو جو مؤثر ہو، کیونکہ ہر فرق قابلِ اعتبار نہیں ہوتا، اور دوسری یہ کہ وہ فرق جامع علت کے مقابلے میں زیادہ خاص (أخص) ہو تاکہ اسے اس پر مقدم کیا جا سکے یا کم از کم مساوی ہو تاکہ تعارض واقع ہو۔

علمائے اصول میں اس کی حقیقت پر اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک فرق کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اصل اور فرع کے درمیان قیاس کے ربط کو کاٹ دیتا ہے، جبکہ بعض جدلیین کے مطابق یہ محض الحاق سے منع کرنے کی ایک صورت ہے۔ اس بنیاد پر اختلاف یہ بھی ہے کہ اگر فرق اصل میں بیان کیا جائے تو کیا اس کا عکس فرع پر لازم ہے؟ بعض علماء کے نزدیک لازم ہے کیونکہ فرق کا مقصد ہی تفریق ہے جو دو اجزاء سے بنتی ہے: اصل میں وصف کی موجودگی اور فرع میں اس کا عدم، جبکہ دوسروں کے نزدیک عکس لازم نہیں کیونکہ اصل میں وصف کا ذکر علت کے اثبات کو روکتا ہے۔

اس اعتراض کی حجیت پر بھی تین اقوال ملتے ہیں:

1۔ بعض کے نزدیک یہ فرق مردود ہے کیونکہ یہ علت کے اثبات کو نہیں روکتا، خاص طور پر جب اصل میں ایک سے زیادہ علتیں ہو سکتی ہیں، اور ان میں سے ایک علت فرع میں موجود ہو تو قیاس درست ہوگا۔ امام الحرمین نے بعض اصولیوں سے یہی موقف نقل کیا ہے، مگر اسے خود ناقابلِ اعتبار کہا ہے۔

2۔ دوسرا موقف یہ ہے کہ فرق بذاتِ خود مستقل اعتراض نہیں بلکہ اصل یا فرع دونوں میں معارضہ کی ایک صورت ہے۔

اور تیسرا قول، جو امام الحرمین اور محققین نے اختیار کیا ہے، یہ ہے کہ فرق ایک صحیح اور قوی اعتراض ہے، لہذا البرھان میں لکھتے ہیں:

"وذهب معظم المحققين إلى قبول الفرق"[21]

"اور زیادہ تر محققین فرق کو قبول کرتے ہیں"

کیونکہ اگر جامع علت کے مقابلے میں زیادہ خاص وصف بیان کر دیا جائے تو وہ اس علت کو کالعدم کر دیتا ہے اور اس طرح قیاس ٹوٹ جاتا ہے۔

چنانچہ امام الحرمین نے البرھان میں اسے قیاس پر وارد ہونے والا سب سے قوی اعتراض قرار دیا ہے۔

3۔ شیخ ابو اسحاق نے بھی الملخص میں اسے نظر کے باب میں سب سے اعلیٰ درجہ کی چیز کہا ہے، کیونکہ علت کی صحت کی شرط ہی یہ ہے کہ وہ کسی

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

معارضہ سے خالی ہو۔

ابن السمعانی نے فرق کو کمزور اعتراض قرار دیا ہے اور امام الحرمین کی باتوں پر سخت تنقید کی ہے۔ ان کے نزدیک فرق تبھی معتبر ہو گا جب وہ معنی مؤثر ہو، ورنہ وہ محض صوری فرق ہے جس کا اعتبار نہیں۔

خلاصہ یہ کہ فرق اگر اس وصف کو ظاہر کرے جو جامع علت کے مقابلے میں زیادہ خاص ہو اور اس کی وجہ سے علت کی تاثیر باطل ہو جائے تو یہ قادح اور قابلِ قبول اعتراض ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ناقابلِ التفات ہو گا۔ امام الزرکشی نے تمام اقوال کا تجزیہ پیش کرتے ہوئے اس اعتراض کی اہمیت کو واضح کیا ہے اور جمہور کے اس قول کو راجح قرار دیا ہے کہ یہ سوالِ فرق قیاس کو توڑنے کی ایک مؤثر اور قوی صورت ہے۔

آٹھواں اعتراض: الاستفسار

الاستفسار اصولِ استدلال میں اعتراضات سے پہلے مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے، جسے ابن الحاجب نے بھی اپنی تصنیف میں مقدم اعتراضات کے طور پر پیش کیا ہے۔ ابن حاجب اس کی تعریف کرتے ہیں:

"لاستفسار، وهو: طلب معنى اللفظ لإجمال أو غرابة"[22]

" لغوی معنی میں استفسار کا مطلب ہے کسی لفظ یا عبارت کی وضاحت یا شرح طلب کرنا، خاص طور پر جب وہ لفظ غریب، مبہم، یا مجمل ہو"۔ عام طور پر یہ صورتِ سوال "ھل " یا دیگر سوالیہ الفاظ جیسے ہمزہ کے ساتھ آتا ہے، جو تصور کی وضاحت کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

الاستفسار کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسئلہ کی صورت اور مقدمات کو واضح کیا جائے تاکہ دلیل اور اعتراض کے درمیان علت و معلول کا محلّ بحث متفقہ ہو جائے۔ اس کا عملی مطلب یہ ہے کہ اگر مسئلہ کی حقیقت واضح نہ ہو، تو اختلاف کا احتمال کم ہو جاتا ہے یا اعتراض کنندہ خود بھی اتفاق کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

اصولِ فقہ میں اختلاف

کچھ فقہاء نے استفسار کو اعتراض کا جزو نہیں سمجھا، کیونکہ اعتراض کی تعریف میں "کلام متدل کو نقصان پہنچانا" شامل ہے، جبکہ استفسار محض وضاحت طلبی ہے۔ یہ استدلالی سلسلہ کا آغاز ہے، اعتراض نہیں۔ البتہ، جمہور کا قول یہی ہے کہ استفسار بھی اعتراضات کی فہرست میں آتا ہے، کیونکہ یہ دلیل کے فہم میں وضاحت کے لیے ضروری ہے۔

قرائن اور اقوال

بعض علما، جیسا کہ ابن الحاجب اور الخوارزمی، کا کہنا ہے کہ اگر لفظ کی کوئی تعبیر یا احتمال نہ ہو، تو استفسار بلاوجہ ہے کیونکہ لفظ واضح ہے اور اس کی تشریح بے معنی ہے۔ تاہم، امام الزرکشی کے نزدیک استفسار اس صورت میں جائز ہے جب مخاطب کسی مخصوص زبان یا اصطلاح سے ناواقف ہو اور وضاحت چاہے تاکہ سمجھ حاصل ہو سکے، خصوصاً جب لفظ مشترک المعنیات ہو، جیسے "روح" جو مختلف معانی رکھتا ہے۔

العمیدی نے کہا کہ استفسار پر ہر بار تشریح ضروری نہیں، کیونکہ بعض اوقات اصل مراد واضح ہوتی ہے اور استفسار صرف تکرار یا تسلسلِ سوال ہے۔

اصولِ استدلال میں کردار

الاستفسار دلیل و اعتراض کے درمیان رابطہ قائم کرتا ہے۔ یہ دلیل کی صراحت کو یقینی بنانے کے لیے ضروری ہے تاکہ اعتراض کنندہ اور متدل

دونوں ایک ہی مفہوم پر متفق ہوں۔ اس کے بغیر اختلاف کی بنیاد ہی نہیں ہوتی۔ اس طرح استفسار کو اعتراض سے ممتاز کیا جاتا ہے کیونکہ اعتراض محض تردید یا رد دلیل نہیں بلکہ دلیل پر سوال یا شک کی صورت ہے۔

مثال ومدلول

امام الزرکشی نے ایک تاریخی واقعہ کا حوالہ دیا جہاں اہل کتاب نے لفظ "الروح" پر سوال اٹھایا کیونکہ یہ متعدد معانی رکھتا تھا، اور اس کی تشریح کے بغیر کوئی فیصلہ ممکن نہیں تھا۔ قرآن نے اس استفسار کا جواب دیا:

"قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ"[23]

جو ایک جامع جواب تھا، مختلف معانی کو شامل کرتا تھا اور ابہام کو رفع کرتا تھا۔

نواں اعتراض: فسادِ اعتبار

قیاس پر وارد ہونے والے اعتراضات میں سے ایک اہم اعتراض "فسادِ اعتبار " کہلاتا ہے، جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے قیاس کے داخلی اجزاء پر نہیں، بلکہ اس کے خارجی اعتبار پر کلام کرتا ہے۔ یعنی اعتراض اس بنیاد پر نہیں کہ قیاس بذاتِ خود فاسد ہے، بلکہ اس بنا پر کہ وہ جس حکم میں استعمال کیا جارہا ہے، اس میں اس کا اعتبار درست نہیں، یا وہ کسی ایسی دلیل سے ٹکرا رہا ہے جو اس پر مقدم ہے، جیسے نص، اجماع، یا دیگر قطعی دلائل۔

زرکشی رحمہ اللہ فسادِ اعتبار کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"فساد الاعتبار وهو بيان أن القياس لا يمكن اعتباره في هذا الحكم، لا لفساد فيه، بل لمخالفته النص أو الإجماع، أو كان إحدى مقدماته كذلك، أو كان الحكم مما لا يمكن إثباته بالقياس"[24]

" یہ بیان کرنا کہ قیاس کو اس حکم میں معتبر نہیں مانا جا سکتا، نہ اس وجہ سے کہ خود قیاس میں کوئی خرابی ہے، بلکہ اس وجہ سے کہ وہ کسی نص یا اجماع کے خلاف ہے، یا اس کی کوئی مقدمہ (مثلاً علت) ایسی ہے جو ناقابلِ اعتبار ہے، یا وہ کسی ایسے حکم میں استعمال ہوا ہے جسے قیاس سے ثابت کرنا ممکن نہیں۔"

اعتراض "فسادِ وضع " سے زیادہ وسیع ہے، کیونکہ "فسادِ وضع" کا تعلق قیاس کی داخلی ساخت (مثلاً علت کی بطلانی) سے ہوتا ہے، جبکہ "فسادِ اعتبار" میں اس بات پر گفتگو ہوتی ہے کہ آیا قیاس کو کسی مخصوص مسئلہ میں استعمال کرنا درست بھی ہے یا نہیں۔

فسادِ اعتبار کی مختلف صورتیں

فسادِ اعتبار کی چند اہم صورتیں درج ذیل ہیں:

(الف) قیاس کا نص یا اجماع کے خلاف ہونا:

اگر کوئی قیاس قرآن، سنت یا اجماعِ امت کے خلاف ہو، تو ایسے قیاس کو معتبر نہیں سمجھا جاتا۔ کیونکہ قیاس کی حیثیت ظنی ہے جبکہ نصوص واجماع قطعی دلیلیں ہیں۔

(ب) مقدماتِ قیاس میں خرابی:

مثلاً اصل میں علت کا پایا جانا مشکوک ہو، یا اصل حکم تعبدی ہو جس میں قیاس کی گنجائش نہ ہو۔

(ج) ایسی چیز پر قیاس کرنا جس میں قیاس جاری ہی نہیں ہو سکتا:

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

جیسے عبادات، حدود اور کفارات جیسے مسائل جن میں علت کے بجائے توقیف اور نص کا دخل ہوتا ہے۔ زرکشی رحمہ اللہ مثال دیتے ہیں:

"جیسے دُودھ والی بکری (مصراۃ) کو عام عیوب پر قیاس کرنا، جبکہ اس کا حکم نص سے مقرر ہو چکا ہے۔"

(د) قیاس کا نتیجہ مطلوب حکم کے خلاف نکلنا:

اگر قیاس کے نتیجے سے وہی حکم حاصل نہ ہو جس کی تلاش ہے، بلکہ برعکس نتیجہ نکلے، تو یہ قیاس معتبر نہیں ہو گا۔

فسادِ اعتبار کا محل اختلاف

فسادِ اعتبار کا اثر ان اصولیوں کے نزدیک زیادہ واضح ہے جو خبر واحد کو قیاس پر مقدم مانتے ہیں، کیونکہ وہ قیاس کو نص کے مقابلے میں مؤخر رکھتے ہیں۔ زرکشی رحمہ اللہ کے مطابق یہی موقف راجح ہے۔

جبکہ بعض احناف اور مالکیہ کے ایک گروہ کے نزدیک قیاس کو خبرِ واحد پر ترجیح حاصل ہے، اس لیے وہ فسادِ اعتبار کو بعض اوقات مؤثر اعتراض نہیں مانتے۔ قاضی ابو بکر باقلانی کی رائے اس مسئلے میں توقّف کی ہے، یعنی وہ نہ خبر واحد کو ترجیح دیتے ہیں، نہ قیاس کو، بلکہ ہر مسئلے کی نوعیت کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔

اس اعتراض کا جواب

جب قیاس پر فسادِ اعتبار کا اعتراض وارد ہو تو اس کا دفاع مختلف طریقوں سے کیا جا سکتا ہے:

اعتراض کے مستند پر کلام: یعنی جس نص یا اجماع سے قیاس کی مخالفت ظاہر کی جا رہی ہو، اس کی صحت یا دلالت پر سوال اٹھانا۔

ظاہر دلالت کو مانع قرار دینا: یعنی کہنا کہ نص کی دلالت قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے، اور قیاس اس کے مقابل میں راجح ہو سکتا ہے۔

قیاس کو کسی دوسرے نص کے ذریعے تقویت دینا: اگر قیاس کسی دوسرے قوی تر نص سے تقویت پا رہا ہو، تو اعتراض رفع ہو سکتا ہے۔

وجوہ ترجیح کے ذریعے قیاس کو نص پر ترجیح دینا: بعض صورتوں میں نص و قیاس دونوں موجود ہوتے ہیں، مگر قیاس کو چند وجوہ کی بنا پر راجح قرار دیا جا سکتا ہے، جیسے عموم، استمراریّت، یا موافقتِ مقاصدِ شریعت۔

دسواں اعتراض: فسادِ وضع

قیاس پر وارد ہونے والا دسواں اعتراض "فسادُ الوضع " کہلاتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ قیاس کی ساخت اور ترتیب ایسی نہ ہو جو حکم کے استنباط کے لیے موزوں ہو۔ یعنی قیاس کی شکل یا ترکیب ایسی ہو جو مطلوبہ حکم کے برعکس دلالت کرے، یا وہ علت کسی ایسے حکم سے مربوط ہو جو اس کے تقاضے کے خلاف ہو۔

زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں": فساد الوضع یہ ہے کہ دلیل اس ہیئت پر نہ ہو جو حکم کے ترتیب کے لیے معتبر ہو۔ مثلاً ایسی علت سے تخفیف کا حکم نکالنا جو تغلیظ کی مقتضی ہو، یا اثبات کا حکم نکالنا ایسی علت سے جو نفی پر دلالت کرتی ہو۔"

مثال سے وضاحت

اس کی مثال وہ قیاس ہے جو نکاح کے انعقاد کو لفظِ ہبہ (تحفہ دینے کے الفاظ) پر مبنی کرتا ہے۔ زَرکشی اس کی توضیح یوں کرتے ہیں:

نکاح اگرچہ لفظِ ہبہ سے منعقد نہ ہو، لیکن چونکہ اس سے دوسرے عقود منعقد ہوتے ہیں (مثلاً ہبہ، اجارہ)، تو نکاح بھی ہو جانا چاہیے۔ مگر یہ دلیل غلط ہے، کیونکہ کسی لفظ کا دوسرے عقود میں مؤثر ہونا، لازماً نکاح میں بھی مؤثر ہونے کی دلیل نہیں۔"

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

گویا اس قیاس میں وضع (ترتیبِ دلیل) ایسی ہے جو حکمِ مطلوب کے برخلاف نتیجہ دیتی ہے، اس لیے اسے "فاسد الوضع" قرار دیا جاتا ہے۔

فسادِ وضع اور فسادِ اعتبار کا فرق

زرکشی رحمہ اللہ کے مطابق:

"وكل فاسد الوضع فاسد الاعتبار، ولا ينعكس"[25]

"ہر فاسدُ الوضع قیاس، فاسدُ الاعتبار بھی ہوتا ہے، لیکن ہر فاسدُ الاعتبار قیاس، فاسدُ الوضع نہیں ہوتا۔"

یعنی فسادِ وضع، فسادِ اعتبار کا ایک ذیلی درجہ ہے۔ بعض علماء جیسے امام ابو اسحاق شیرازی نے ان دونوں کو مترادف قرار دیا ہے، لیکن ابن برہان کے مطابق فسادِ وضع وہ ہوتا ہے جب علت کسی حکم کے ضد پر دلالت کرے۔ فسادِ اعتبار وہ ہوتا ہے جب علت کسی غیر مناسب (نامناسب) حکم پر دلالت کرے۔ قاضی ابو بکر نے اسے اس طرح بیان کیا کہ:

"فسادِ وضع یہ ہے کہ وصف اس حکم کے برخلاف مناسب ہو، اور اس پر اجماع بھی ہو، اور علت و حکم کی جہت متحد ہو۔"

(4) اہم اصولی قیدیں

زرکشی رحمہ اللہ فسادِ وضع کے سلسلے میں بعض اہم احتیاطی اصول ذکر کرتے ہیں:

کثیر الوجہ امور میں متعدد جہات کا لحاظ:

اگر علت اور حکم کی جہتیں مختلف ہوں، تو فسادِ وضع کا اطلاق نہیں ہوگا۔

علت کی دلالت کے بغیر محض مناسبت پر اعتماد درست نہیں:

یعنی صرف اس بنیاد پر کہ وصف کسی برعکس حکم سے ملتا ہے، علت کو چھوڑ دینا درست نہیں، جب تک کوئی دلیل موجود نہ ہو۔

قیاس کا محل کا درست تعین

اگر اصل اور فرع کے درمیان موضوع میں بنیادی فرق ہو (مثلاً اصل میں تخفیف ہو اور فرع میں تغلیظ)، تو قیاس فاسد الوضع ہوگا۔

حنفیہ پر وارد اعتراض

زَرکشی ایک مثال دیتے ہیں کہ احناف نے مبتوتہ (طلاقِ بائن یافتہ عورت) کے لیے نفقہ واجب ہونے کا حکم سکونت (رہائش) پر قیاس کرتے ہوئے دیا، حالانکہ آیت کے الفاظ:

"وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ"[26]

"اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ "[27]

ان میں نفقہ اور سکونت کی علیحدہ صورتیں مذکور ہیں، اور شارع نے دونوں کے درمیان فرق قائم کیا۔ لہٰذا ان کا قیاس فاسدُ الوضع ہے کیونکہ انھوں نے فرق کے مقام پر جمع کیا۔

فسادِ وضع کی شدت

زَرکشی کے مطابق یہ اعتراض نقض سے بھی زیادہ شدید ہے، کیونکہ نقض میں علت کی صحت تسلیم کر کے اس کا اطلاق رد کیا جاتا ہے۔ لیکن فسادِ وضع میں علت کے وجود اور اس کے استنباطی مقام ہی کو باطل قرار دیا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ اس سے مطلوبہ حکم نکل ہی نہیں سکتا۔ اسی لیے قاضی ابو بکر نے اسے "قطعیات" میں شمار کیا ہے۔

فسادِ وضع کا اثر

ابوزید دَبُوسی کے بقول، فسادِ وضع قیاس کے لیے ویسا ہی ہے جیسا کہ عدالت میں گواہی کے لیے فسادِ اداء (ادائیگی کی خرابی)۔ یعنی اگر دلیل کا نظام ہی درست نہ ہو تو اس پر کسی بھی استدلال کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

ابن السمعانی کے نزدیک فسادِ وضع طرُود (یعنی محض موافقت پر مبنی قیاس) پر وارد ہوتا ہے، اس لیے وہ علتِ مؤثرہ (جس کا اثر ثابت ہو) پر لاگو نہیں ہوتا۔ تاہم، وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اگر سائل علت کے اثر کے ظہور کو تسلیم نہ کرے، تو جواب دینے والے کو علت کے اثر کو مدلل طور پر ثابت کرنا ہوگا، ورنہ قیاس باطل قرار پائے گا۔

خلاصہ :فسادِ وضع ایک اصولی اعتراض ہے جو قیاس کی ساخت و ترکیب کو نشانہ بناتا ہے۔ یہ اعتراض اس وقت مؤثر ہوتا ہے جب علت، حکم کے برخلاف دلالت کرے یا غیر موزوں طور پر استنباط کی جائے۔

فقہاء نے اس کی شدت کو تسلیم کیا ہے اور اسے "نقض" سے بھی بڑھ کر مانا ہے۔

اس اعتراض کا مؤثر جواب علت کے اثر کو ثابت کرنا، محلِ قیاس کی مطابقت واضح کرنا، اور مختلف جہات کا دقت سے لحاظ رکھنا ہے۔

گیارہواں اعتراض: المنع

اعتراض "المنع" قیاس کی علت پر سب سے اعلیٰ اور بنیادی اعتراض سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ ابن السمعانی فرماتے ہیں:

"الممانعة أرفع سؤال على العلل"[28]

"علتوں پر سب سے بلند اور مؤثر سوال منع ہے۔"

بعض اہلِ علم نے اسے "اساس المناظرة" (مناظرے کی بنیاد) کہا ہے، کیونکہ اس سے قیاس کی بنیاد ہی ہل جاتی ہے اور اس کا ضعف واضح ہو جاتا ہے۔

اعتراض کی دو جہتیں: اصل اور فرع

یہ اعتراض اصل (قیاس کی بنیاد) اور فرع (جس پر حکم منقول کیا جاتا ہے) دونوں پر وارد ہو سکتا ہے۔ لیکن یہاں زرکشی رحمہ اللہ نے اصل پر وارد ہونے والے اعتراض کی چند شکلیں بیان کی ہیں:

پہلی صورت: اصل کے معلل ہونے کا انکار

یہ اعتراض اس بنیاد پر ہوتا ہے کہ اصل میں جس حکم کو معلل قرار دیا جارہا ہے، وہ درحقیقت غیر معلل ہے۔ اس کے پیچھے یہ اصول کار فرما ہے:

"شریعت کے تمام احکام معلل نہیں ہوتے، بعض غیر معلل بھی ہوتے ہیں۔ پس جو شخص دعویٰ کرے کہ فلاں حکم معلل ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ اس تعلیل کو ثابت کرے۔"

مختلف آرا

امام الحرمین کے نزدیک یہ اعتراض تبھی معتبر ہوگا جب علت کی وضاحت کیے بغیر دعویٰ کیا جائے۔ إلکیا الھراسي اس اعتراض کو مردود قرار دیتے ہیں؛ کیونکہ اگر علت پیش کر دی جائے تو یہ اعتراض بے معنی ہو جاتا ہے۔

المقترح کے مطابق، اگر مستدل علت کو واضح نہیں کرتا تو اس پر اعتراض ہی وارد نہیں ہوتا، کیونکہ اعتراض صرف اس وقت ہوتا ہے جب کچھ پیش

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

کیا جائے۔

ابن المنیر کے مطابق، اصل کے معلل ہونے کا انکار ایک اصولی اختلاف پر مبنی ہے:

کیا ہر حکم کے معلل ہونے پر خاص دلیل کی ضرورت ہے؟ یا عمومی اصول (کہ احکام معلل ہوتے ہیں) کافی ہے؟

راجح قول

ابن المنیر اور زَرکشی کی ترجیح یہ ہے کہ اجماع سے ثابت ہے کہ احکام اصلاً معلل ہوتے ہیں۔ پس اصل کے معلل ہونے پر اعتراض اصولی طور پر باطل ہے، سوائے اس کے کہ علت میں ضعف ہو۔

دوسری صورت: علت کے علت ہونے کا انکار

اس کو "المطالبۃ" (مطالبہ) بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی:

"ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اصل حکم معلل ہے، مگر جو وصف آپ نے علت کے طور پر پیش کیا ہے، وہ علت واقعی نہیں ہے۔ اس کے علت ہونے پر دلیل دیجیے۔"

یہ اعتراض ہر قیاس پر وارد ہو سکتا ہے، کیونکہ علت کے ثبوت کے لیے مناسبت، جریان، استقراء، اقتران (مقارنت) وغیرہ دلائل سے کام لینا ہوتا ہے۔

تنبیہ:

"منع" کا اطلاق ان علتوں پر نہیں ہوگا جو احکام شرعیہ کی شکل میں ہوں۔ مثلاً اگر کوئی علت بذاتِ خود کوئی شرعی حکم ہو، تو اس کے وجود پر اعتراض کا دائرہ وہی ہوگا جو اصل حکم پر ہے۔

بارہواں اعتراض: التقسیم (تقسیم)

تقسیم ایک علمی اعتراض ہے جو اس وقت پیش کیا جاتا ہے جب کسی لفظ یا حکم کی دلالت دو یا زیادہ معانی میں محتمل ہو، اور ان میں سے ہر ایک کی حیثیت مختلف ہو:

ایک ممنوع (ناقابلِ قبول) ہو

دوسرا مسلم (قابلِ قبول) ہو

لیکن وہ لفظ یا دلیل ان دونوں پر یکساں دلالت کرتی ہو

مثلاً بیع بشرط الخیار (یعنی ایسا خرید و فروخت کا عقد جس میں خیار شرط ہو)

اب اعتراض کرنے والا کہتا ہے:

"کیا علت مطلق بیع ہے؟ یا ایسی بیع جو کسی شرط کے بغیر ہو؟"

اگر پہلا کہا جائے" : مطلق بیع علت ہے ,"تو یہ ممنوع ہے

اگر دوسرا کہا جائے" : بیع بلا شرط علت ہے ,"تو یہ مسلم ہے

لیکن پھر سوال ہوگا:

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

"اس خاص صورت میں یہ غیر مشروط بیع کیوں ثابت مانی گئی؟

آمدی کی توضیح

الآمدی فرماتے ہیں:

"فليس من شرطه أن يكون أحد الاحتمالين ممنوعا والآخر مسلما، بل كما يجوز أن يكون كذلك يجوز أن يشترك الاحتمالان في التسليم ولكن بشرط أن يختلفا باعتبار ما يرد على كل واحد منهما من الاعتراضات القادحة فيه، وإلا فلو اتحدا فيما يرد عليهما من الاعتراضات مع التساوي في التسليم لم يكن للتقسيم معنى."[29]

"کہ اس اعتراض میں ضروری نہیں کہ ایک شق مسلم اور دوسری ممنوع ہو، دونوں بھی مسلم ہو سکتی ہیں، مگر اس شرط کے ساتھ کہ ہر ایک پر الگ اعتراض وارد ہوتا ہو، دونوں ممنوع نہیں ہو سکتیں، کیونکہ پھر تقسیم بے فائدہ ہو جائے گی۔"

یعنی تقسیم کی صحت کی شرط یہ نہیں کہ ایک شق کو تسلیم کیا جائے اور دوسری کو رد؛ بلکہ اصل شرط یہ ہے کہ لفظ میں تعدد احتمال ہو اور ان پر مختلف نوعیت کے اعتراضات وارد ہوں۔

اعتراض کا فنی طریقہ

معترض اگر تقسیم کا دعویٰ کرنا چاہے تو اس کے لیے کافی ہے کہ لفظ دو محتمل معنوں پر دلالت کرے

ان میں کسی ایک معنی پر استدلال نہ کیا جارہا ہو اور ان معنوں میں تفریق کی بنیاد پر اصل دلیل کو چیلنج کیا جارہا ہو، اس کے لیے لازم نہیں کہ ہر احتمال کی دلالت پر مکمل برابری دکھائی جائے۔

مستدل کا جواب

اگر مستدل پر "التقسیم" کا اعتراض وارد ہو تو وہ اس اعتراض کا ازالہ تین طریقوں سے کر سکتا ہے:

یہ وضاحت کرے کہ لفظ کسی ایک معنی پر حقیقتاً یا عرفاً دلالت کرتا ہے یعنی وہ معنی مراد ہے جو عوام یا اہل عرف کے ہاں غالب فہم ہے، یا یہ کہ قرینہ موجود ہے جو ایک معنی کو ترجیح دیتا ہے یا یہ دکھادے کہ معترض نے جو معنی بیان نہیں کیا، وہ قابلِ لحاظ ہی نہیں

تیرھواں اعتراض: اختلاف الضابط (علت کی تعیین میں معیار کا اختلاف)

اختلاف الضابط سے مراد یہ ہے کہ اصل اور فرع میں جو علت (جامع) بیان کی گئی ہے، وہ دراصل غیر منضبط (غیر متعین) ہے، یعنی اصل و فرع میں علت کی تطبیق کے لیے جو معیار ہے، وہ مختلف ہے، جس کی بنا پر قیاس مشکوک ہو جاتا ہے۔

اس اعتراض کی بنیاد یہ شک ہوتا ہے کہ اصل و فرع میں جو قدر مشترک ہے، وہ محض حکمت ہے نہ کہ شرعی علت (ضابطہ)۔

مثلاً مُکرَہ (جسے قتل پر مجبور کیا گیا ہو) اگر کسی کو عمداً قتل کرے، تو اس پر قصاص نہیں؛ لیکن وہ قتل کے سبب بنا ہے، لہٰذا زجر (روک تھام) کے لیے اسے معاف نہیں کیا جانا چاہیے۔

اب کوئی کہے: "گواہانِ زور (یعنی وہ گواہ جن کی جھوٹی گواہی سے کسی کو قتل کر دیا گیا) بھی عمداً قتل کا سبب بنے، تو ان پر بھی قصاص لازم ہونا چاہیے۔

قیاس کی بنیاد: دونوں نے عمداً قتل کا سبب پیدا کیا۔

اس اعتراض کا جواب

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

زرکشی رحمہ اللہ نے اس اعتراض کے تین ممکنہ جوابات ذکر کیے ہیں:

"وجوابه بأن يبين أن التعليل بالقدر المشترك بينهما من السبب المضبوط عرفا، أو يبين المساواة في الضابط، أو إفضاء الضابط في الفرع أكثر."[30]

"علت کو ضابطے کے طور پر ثابت کیا جائے یعنی یہ دکھایا جائے کہ اصل و فرع میں مشترک وصف محض حکمت نہیں بلکہ منضبط سبب ہے جو شرعاً معتبر ہے۔

اصل و فرع میں ضابطوں کی مساوات ثابت کی جائے یعنی گواہی اور اکراہ دونوں اتنے ہی درجے کے سبب ہیں جو قتل کی طرف لے جاتے ہیں۔

فرع کا ضابط اصل سے بھی زیادہ قوی بتایا جائے مثلاً کہا جائے کہ: گواہی کی تاثیر اور اختیار، اکراہ سے بھی زیادہ واضح اور قوی ہے، لہٰذا علت کی تطبیق بدرجہ اولیٰ ہوگی۔"

اعتراض چاردہم: اختلاف حکم الأصل والفرع

اختلاف حکم الأصل والفرع سے مراد یہ ہے کہ قیاس میں اصل اور فرع کے درمیان جو حکم پایا جاتا ہے، وہ ایک دوسرے سے مختلف ہو، یعنی اصل کا حکم کچھ اور ہو اور فرع کا کچھ اور۔ یہ اعتراض اس بنیاد پر کیا جاتا ہے کہ قیاس کے درست ہونے کے لیے اصل و فرع میں علت اور حکم دونوں کا اشتراک ضروری ہے، اور جب دونوں کے احکام مختلف ہوں، تو قیاس باطل ہو جاتا ہے۔"

اعتراض کی توضیح

دعویٰ (معترض کی طرف سے) جب اصل و فرع میں حکم کا اختلاف موجود ہو تو مساوات (مماثلت) ثابت نہیں ہوتی، اور مساوات قیاس کی بنیادی شرط ہے، لہٰذا قیاس فاسد ہوگا۔

جواب ودفع اعتراض

زرکشی رحمہ اللہ نے اس اعتراض کا معتبر جواب ان فقہاء کے قول سے ذکر کیا ہے جنہوں نے اسے غیر قادح قرار دیا:

اگرچہ حکم خاصہ میں فرق ہو، لیکن اگر اصل و فرع کسی عمومی قدر میں مشترک ہوں، تو قیاس درست ہوگا۔

مثلاً بالغہ صغیرہ لڑکی پر نکاح میں ولی کی ولایت کا قیام، اس قیاس پر کہ صغیرہ کے مال میں ولی کو تصرف کا اختیار ہے۔

یہاں اصل کا حکم: مالی تصرف میں ولایت، فرع کا حکم: نکاح میں ولایت۔ بظاہر دونوں مختلف حکم ہیں، لیکن قدر مشترک: بچی کے مفاد میں ولایت اور علت کم سنی اور مفاد کا تحفظ، لہٰذا اس عمومی قدر مشترک پر قیاس درست ہے

پندرہواں اعتراض: المعارضۃ

ابو منصور کے مطابق معارضۃ دو چیزوں کے درمیان تسویہ کو لازم دینا ہے، یعنی ایک ہی حکم کا نفی یا اثبات میں اطلاق۔

مناقضۃ اور معارضۃ میں فرق: دونوں نقض کہلاتے ہیں، مگر المناقضۃ دلیل کے بغیر ہوتی ہے جبکہ المعارضۃ دلیل سے دلیل کا مقابلہ کرنا ہے۔

اقسام المعارضۃ

معارضۃ في الأصل: جب اصل میں دوسری علت پیش کی جائے جو فرع میں موجود نہ ہو۔

مثال: صوم النفل کے قیاس پر صوم الفرض میں نیت کی تاخیر، معترض کہتا ہے: نفل میں سہولت ہے، اس لیے قیاس درست نہیں۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

معارضة في الفرع: جب فرع میں ایسی علت موجود ہو جو اصل میں نہ ہو، اور دعویٰ ہو کہ یہی علت حکم کو متاثر کر رہی ہے۔

معارضة في الوصف: جب علت میں تنازع ہو، اور ہر فریق مختلف وصف کو علت قرار دیتا ہے۔

حجیت معارضۃ اور اختلاف العلماء: اکثر متکلمین نے اس کو حجت مانا ہے، جبکہ بعض نے اس کو غیر صحیح سوال قرار دیا۔ ابو ہاشم اور الجبائی کے درمیان نقل کردہ اختلاف: کیا دعویٰ کا دعویٰ سے مقابلہ جائز ہے؟

الکیا الطبری فرماتے ہیں:

"ولا يجري إلا في الظنيات ثم يرجح أحد الظنين على الآخر بوجه من وجوه الترجيح"[31]

"معارضہ صرف ظنیات میں معتبر ہے، اور پھر دونوں ظن میں سے ایک کو وجوہ ترجیح میں سے کسی کے ساتھ ترجیح دی جاتی ہے۔"

وجوہ المعارضۃ: معارض علت پیش کرتا ہے جو علت مستدل کے خلاف ہو، اور کہتا ہے کہ مستدل کی علت کو قبول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دوسری علت زیادہ موزوں ہے۔ کبھی یہ علت مستقل ہوتی ہے، کبھی جزء علت۔

موقف اصولیین

اگر دو علتیں مستقل ہوں تو:

ایک علت علت ہو۔

دوسری علت ہو۔

دونوں کا مجموعہ علت ہو۔

ان تین احتمالات میں سے کسی ایک کو بغیر ترجیح کے لینا تحکم ہے۔

جواب المعارضۃ

منع الوصف: معترض کی پیش کردہ علت کو اصل میں پایا جانا ہی تسلیم نہ کرنا۔

منع المناسبة أو الشبه: معترض کی علت کو غیر مناسب یا غیر مشابہ قرار دینا۔

القول بالخفا أو عدم الانضباط: یہ کہنا کہ وصف خفی ہے یا غیر منضبط ہے۔

رد المعارضة من جهة العدم: کہنا کہ معارض وصف صرف فرع میں موجود ہے، اصل میں نہیں، اور علت بالعدم قابل قبول نہیں۔

إلغاء الوصف: معارض علت کو نص یا اجماع سے منسوخ قرار دینا۔

الانتقال من محل إلى محل: ایک دلیل کے ترک اور دوسری دلیل کی طرف رجوع، جو بعض اوقات انقطاع پر دلالت کرتا ہے۔

اقوال فقہاء و اصولیین

ابن عقیل، البلعمي الحنفي: دو علتوں سے تعلیل جائز نہیں، اس لیے معارضہ مردود ہے۔

ابن القطان و دیگر جمہور: تعلیل بعلتین جائز ہے، اس لیے معارضہ بھی معتبر ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

إمام الحرمين، الكيا الطبري: اختلاف کی بنیاد اسی جواز پر ہے کہ کیا ایک حکم کی دو علتیں ہو سکتی ہیں یا نہیں۔

مثال قرآنی دلیل

أبو بکر الصیرفی کی مثال: قرآن نے کافروں پر معارضہ سے احتجاج کیا:

"قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَابْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا"[32]

سولھواں اعتراض: سوال التعدیہ

سوال التعدیہ اعتراض کی ایک وہ قسم ہے جو دراصل اعتراضِ "سؤال المعارضة في الأصل" کا ایک شاخ یا توسیع شدہ صورت ہے، جس میں معترض اصل دلیل کی علت (سبب) کے معنوی دائرہ کو وسیع کر کے متعدد مختلف شعبوں (فروع) پر اس کا اطلاق کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ مستدل کی علت کے دائرہ کار کو دوسرے مختلف اور غیر متفقہ شعبوں پر بھی منتقل کر کے یہ ظاہر کرے کہ معترض کی علت بھی اتنی ہی قابل قبول اور مؤثر ہے جتنی مستدل کی علت، اور اس طرح دونوں میں کوئی برتری نہیں۔

مثال:

اگر مستدل دلیل دیتا ہے کہ "بکر (نابالغ لڑکی) ہونے کی وجہ سے اس کا نکاح میں اجبار جائز ہے، جیسے صغیرہ (نابالغ لڑکی) کے لیے بھی جائز ہے"، تو معترض کہتا ہے کہ "جیسے تم نے علت کو بکر بالغ کی طرف منتقل کیا، اسی طرح علت کو ثیبہ صغیرہ کی طرف بھی منتقل کیا جا سکتا ہے، پس دونوں علتیں برابر ہیں اور کوئی ایک دوسرے سے افضل نہیں۔"

اختلاف اور حقیقت

یہ اعتراض بعض علماء کے نزدیک صرف "سؤال المعارضة في الأصل" کی توسیع ہے، جس میں علت کی تعدیہ (منتقل ہونے) کی مساوات کو شامل کیا گیا ہے۔ اس اعتراض کا اصل مقصد یہ ہے کہ معترض اپنے دلیل میں ایک ایسی علت پیش کرے جو مستدل کی علت کے برابر یا اس کے مقابل ہو، اور اس طرح دلیل کی افادیت کو مشتبہ یا محدود کر دے۔

جواب اعتراض:

باطل یا ناقص قرار دینا: معترض کی علت کو دلیل کی روشنی میں بے بنیاد یا غیر معتبر ثابت کیا جائے تاکہ اس کا اثر رد ہو جائے۔

کیا مستدل پر لازم ہے کہ معترض کی علت کی تعدیہ کی نفی کرے؟ اکثریت علماء کا موقف ہے کہ مستدل پر یہ فرض نہیں کہ وہ معترض کی علت کی تعدیہ کا منکر ہو۔ تاہم، بعض جیسے کہ ابو القاسم الدارکی کا کہنا ہے کہ چونکہ تعدیہ کی مساوات معارضہ کی تاثیر کو بڑھاتی ہے، اس لیے مستدل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس اعتراض کا تفصیلی جواب دے اور اسے بے اثر کرے۔

وضاحت:

الابیاری (شارح البرہان): تعدیہ کا مقصد درحقیقت عناد کی نسبت سے براءت کا اظہار ہے، یعنی معترض ایک ایسی علت پیش کرتا ہے جس پر یقین نہیں رکھتا لیکن اسے دوسرے شعبوں تک منتقل کر کے مستدل کو مجبور کرتا ہے کہ وہ جواب دے۔ یہ جملہ ایک قسم کا فکری چالاکی یا جدلی حربہ ہے۔ ابن المنیر: ان کے نزدیک تعدیہ کا اصل راز یہ ہے کہ معترض اس طرح علت کو مختلف شعبوں میں پھیلا کر تساوی کی حالت پیدا کرتا ہے، تاکہ مستدل کی علت کی افادیت پر شک کرے۔ یہ تعدیہ اس لیے اہم ہے تاکہ مستدل کی علت کی افادیت اور انتساب میں احتمالِ قصور یا کمی کو رد

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

کیا جاسکے۔

نتیجہ:

سوال التعدیہ ایک پیچیدہ اعتراض ہے جو علت کی افادیت اور اس کی تعدیہ کی قابلیت پر مبنی ہے۔ اس اعتراض کے ذریعے معترض اپنی علت کو متعدد فروع پر منطبق کر کے دلیل کی قابلیت کو متزلزل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مستدل پر لازم نہیں کہ وہ ہر بار معترض کی علت کی تعدیہ کو نفی کرے، مگر جب تعدیہ کی مساوات دلیل کی اصل افادیت کو متاثر کرے تو تفصیلی جواب دینا ضروری ہے۔ اس طرح یہ اعتراض قیاسی دلیل کے مؤثر ہونے یا نہ ہونے کے مسئلے میں باریک بین تشخیص اور علمی جدل کا تقاضا کرتا ہے۔

مسئلہ

بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ اعتراضات اور مسائل صرف قیاس پر مخصوص نہیں بلکہ وہ تمام اقسام دلائل، بشمول قیاس اور دیگر اقسام، پر قابلِ اطلاق ہیں۔ مثلاً: القول بالموجب والمعارضة، القلب، النقض، المنع یہ اعتراضات عام دلائل پر وارد ہو سکتے ہیں، تاہم المنع (رکاوٹ) کا اعتراض متنِ کتاب (یعنی نص صریح) پر قابلِ اطلاق نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس، چند اعتراضات اور مسائل خاص طور پر قیاس پر ہی منحصر اور مختص ہیں، جیسے فساد الوضع (دلیل کے وضع کی فساد)، الفرق (فرق)، المطالبة ببیان التأثیر (اثر کی وضاحت کا مطالبہ)، الترکیب (ترکیب)، الکسر (توڑ پھوڑ)، کون محل النزاع لایجري فیہ القیاس (یہ کہ جس موضوع پر اختلاف ہے وہاں قیاس نافذ نہیں ہوتا)

یہ تمام مسائل خاص طور پر قیاس کے تناظر میں ہی زیرِ بحث آتے ہیں اور دوسرے اقسام دلائل پر لاگو نہیں ہوتے۔

ترتیبِ الأسئلة (سوالات کی ترتیب)

علماء نے سوالات کی ترتیب کے بارے میں مختلف آراء دی ہیں:

رائے اول:

سوالات کی ترتیب لازم نہیں ہے، اور معترض کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ سوالات کو کسی بھی ترتیب سے پیش کرے، جس پر سب متفق ہیں۔

رائے دوم:

سوالات کی ترتیب ضروری ہے، کیونکہ اگر سوالات بغیر ترتیب کے پیش کیے جائیں تو متضاد حالات پیدا ہو سکتے ہیں؛ مثلاً منع (المنع) بعض اوقات مخالفت (المعارضة) کے بعد آئے یا نقض (النقض) یا مطالبہ (المطالبة) منع سے پہلے ہو اور پھر منع آئے، جو کہ منطقی طور پر ناقابل قبول ہے کیونکہ اس میں انکار کے بعد اقرار یا روک تھام کے بعد تسلیم کی حالت پیدا ہوگی۔ امام الآمدی نے اس رائے کو منتخب کیا بشرطیکہ معترض کو سوالات کی ترتیب کا علم ہو، ورنہ اس کی نیت کا بیشتر مقصد ضائع ہو سکتا ہے۔

رائے سوم:

اگر سوالات ایک ہی نوع کے ہوں، جیسے نقض، مطالبة، یا المعارضة دونوں اصل اور فرع میں، تو ان کو بغیر ترتیب کے پیش کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں تضاد نہیں ہوتا۔ اس حالت میں یہ سوالات ایک ہی سوال کی مانند سمجھے جاتے ہیں۔ امام الآمدی کے مطابق اس قسم میں جدلیوں کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے۔

لیکن اگر سوالات کی نوع مختلف ہوں، مثلاً منع اور مطالبة یا نقض و معارضة وغیرہ، تو یہ مختلف رائے کے تابع ہے۔ اگر سوالات غیر مرتب ہوں، تو

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اکثر علماء ان کا جمع کرنا جائز سمجھتے ہیں، سوائے اہل سمرقند کے جن کا خیال ہے کہ سوالات کو صرف ایک کے تک محدود کرنا چاہیے تاکہ ضابطہ برقرار رہے اور الجھن سے بچا جاسکے۔ اگر سوالات ترتیب وار ہوں، جیسے منع پہلے اور المعارضۃ بعد میں آئے، تو یہ ترتیب برقرار رکھنی چاہیے ورنہ اقرار کے بعد انکار کی صورت پیدا ہو گی۔ امام الآمدی نے یہ بات زیادہ تر جدلیوں سے نقل کی ہے۔

ایک قول کے مطابق، تسلیم وجود وصف کے بعد منع اور مطالبۃ وغیرہ کا وجود نہ ماننا ممکن ہے۔ یہ رائے استاد ابو اسحاق کی منتخب رائے ہے۔ اور زیادہ تر علماء کا خیال ہے کہ اگر بعض سوالات کے ایک دوسرے پر تقدم سے منع بعد تسلیم لازم آتا ہو تو ترتیب ضروری ہے، ورنہ ترتیب صرف مستحب (پسندیدہ) ہے، لازمی نہیں۔

محققین متاخرین کا نظریہ

ترتیب کا مستحب طریقہ کچھ یوں ہے:

مطالبات سے شروع کریں، کیونکہ اگر قیاس کے ارکان ثابت نہ ہوں تو وہ دیگر دلائل میں شامل نہیں ہوتے۔

القوادح (عیوب) پیش کریں، کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ جو دلیل دلائل کی صورت میں آئے وہ درست ہو۔

المعارضۃ، کیونکہ اس کی صحت سے عمل فرض نہیں۔

اگر المنع سے شروع کیا جائے تو اسے ایسا ہونا چاہیے کہ پہلے فرع میں وجود وصف منع کیا جائے کیونکہ یہ دعوے کا دلیل ہے، پھر اس وصف کے ظاہر ہونے اور انضباط کو منع کیا جائے کیونکہ یہ شرط ہے کہ دلیل ہو۔ پھر اسے اصل میں علۃ ہونے سے منع کیا جائے کیونکہ یہ دلیلِ دلیل ہے۔

جب منع موجود ہو اور نقض شروع کیا جائے تو ابتدا القول بالموجب سے ہو کیونکہ اس کی دلیل واضح ہوتی ہے، پھر فساد الوضع، ثم القادح في المناسبۃ، ثم المعارضۃ في الأصل، ثم النقض والکسر، ثم المعارضۃ في الفرع۔ اس ترتیب میں صرف المعارضۃ کو مؤخر کرنا لازم ہے۔

ایک اور قول:

اکثر قدیم علماء (جیسے ابو الحسن السھیلی) کہتے ہیں کہ ترتیب کی ابتدا منع سے کریں، کیونکہ اگر اصل حکم ممنوع ہو تو سوال کرنے والے کو ضرورت نہیں کہ وہ وجود وصف یا تعلق اصل سے سوال کرے، بلکہ اس سے مطالبہ شروع کرے کہ فرع میں وصف ثابت کیا جائے، پھر تواتر العلۃ، اثر العلۃ، فساد الوضع، مخالفت الإجماع والنص، القلب، ثم المعارضۃ کی ترتیب ہو۔ امام الحرمین نے بھی المعارضۃ کو آخری سوال قرار دیا ہے کیونکہ اگر دلیل خالی ہو تو اسے رد کرنا ضروری ہے۔

اکثریت علماء کی رائے

ابتدائی سوال فساد الاعتبار، پھر فساد الوضع، پھر منع حکم الأصل، لأنہ حکم مقدم علی العلۃ، ثم منع وجود العلۃ في الأصل، ثم النظر في علیۃ الوصف (مطالبۃ، عدم التأثیر، القدح في المناسبۃ، التقسیم، عدم ظھور الوصف، انضباطہ، صلاحیۃ الحکم للوصول إلی المقصود)، پھر النقض والکسر، ثم المعارضۃ في الأصل، ثم ما یتعلق بالفرع من منع وجود العلۃ في الفرع، مخالفۃ حکمہ بحکم الأصل، مخالفۃ الأصل في الضابط في الحکم، المعارضۃ في الفرع، سوال القلب، ثم القول بالموجب، وأخیراً المعارضۃ، لأنہ تسلیم الدلیل خلاف القول بالموجب۔

مسائل اور اعتراضات

اعتراضات جیسے الفرق، القلب، النقض، المعارضۃ، المطالبۃ، القول بالموجب سب ایک دوسرے کے تحت آتے ہیں یا آپس میں مربوط ہیں۔ اس

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

ترتیب میں بعض اعتراضات (مثلاً القول بالموجب) کو دوسرے اعتراضات سے پہلے یا بعد رکھا جا سکتا ہے، اور اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ ابن السمعانی کے قول کے مطابق، معترض کو چاہیے کہ ابتدا میں دیکھے کہ آیا موضوع قیاس قابل قبول ہے یا نہیں، پھر اصل اور علۃ کی جانچ کرے، پھر الممانعۃ، ثم المطالبۃ، ثم القول بالموجب، ثم النقض، پھر دیگر اعتراضات، اور آخر میں القلب والمعارضۃ۔

خلاصہ:

سوالات کی ترتیب کے بارے میں اختلاف ہے لیکن عام اتفاق ہے کہ

اگر ترتیب سے سوالات پیش کیے جائیں تو بہتر ہے۔

بعض سوالات کو مقدم رکھنا لازم ہوتا ہے تاکہ بعد میں تناقض یا انکار کے مسائل پیدا نہ ہوں۔

بعض سوالات (خاص طور پر المعارضۃ) کو مؤخر رکھنا مستحب یا لازم ہوتا ہے۔

---

[1] ابن منظور، ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن علی الانصاری، لسان العرب، ج:6، ص:187

[2] الزرکشی، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر، البحر المحیط فی اصول الفقہ، دار الکتبی، بیروت، 2013ء، 7، ص6

[3] زین الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر بن عبد القادر الحنفی الرازی، مختار الصحاح، المکتبۃ العصریۃ، ص:263

[4] االزرکشی، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر، البحر المحیط فی اصول الفقہ، ج7، ص7

[5] ایضاً، ج7، ص7

[6] ایضاً، ج7، ص8

[7] جصاص، ابو بکر رازی جصاص، الفصول فی الاصول، وزارۃ الاوقاف الکویتیۃ، ج:4، ص:9

[8] الزرکشی، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر، البحر المحیط فی اصول الفقہ، ج7، ص5

[9] الزرکشی، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بھادر، البحر المحیط فی اصول الفقہ، ج7، ص328

[10] ایضا

[11] ایضا

[12] الزرکشی، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بھادر، البحر المحیط فی اصول الفقہ، ج7، ص330

[13] الزرکشی، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بھادر، البحر المحیط فی اصول الفقہ، ج7، ص333

[14] زین الدین محمد المعروف بعبد الرؤوف بن تاج العارفین بن علي، فیض القدیر شرح جامع الصغیر، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، لبنان، 2019ء، ج4، ص147

[15] الزرکشی، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بھادر، البحر المحیط فی اصول الفقہ، ج7، ص29

[16] الطوفی، نجم الدین سلیمان بن عبد القوي، شرح مختصر الروضۃ، موسسۃ الرسالۃ، 2018ء، ج3، ص523

[17] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، دار الغرب الاسلامی، بیروت، 1990ء، ج4، ص182

[18] الرازی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی، المحصول، موسسۃ الرسالۃ، ج5، ص269

[19] المنافقون:8

[20] المنافقون:8

[21] الجوینی، عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف بن محمد جوینی، البرھان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج2، ص138

[22] السبکی، تاج الدین ابو نصر عبد الوھاب بن علی بن عبد الکافی، رفع الحاجب عن مختصر ابن حاجب، عالم الکتب بیروت، ج4، ص418

[23] الاسراء:85

[24] الزرکشی، ابوعبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بھادر، البحر المحیط فی اصول الفقہ، ج7، ص398

[25] الزرکشی، ابوعبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بھادرالبحر المحیط فی اصول الفقہ، ج7، ص399

[26] الطلاق:6

[27] االطلاق:6

[28] الشوکانی، محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ، ارشاد الفحول، دار الکتاب العربی، بیروت، س ن، ج2، ص160

[29] الآمدی، ابو الحسن علی بن محمد الآمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، المکتب الاسلامی، بیروت، س ن، ج4، ص77

[30] الزرکشی، ابوعبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بھادر، البحر المحیط فی اصول الفقہ، ج7، ص414

[31] الزرکشی، ابوعبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بھادر، البحر المحیط فی اصول الفقہ، دار الکتبی، بیروت، س ن، ج7، ص415

[32] الاسراء:42